عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ کا ترجمان

INTERNATIONAL URDU WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT KARACHI PAKISTAN

ہفت روزہ ختمِ نبوۃ

قیمت: ۸ روپے

جلد: ۲۰ | ۱۲ تا ۱۸ صفر ۱۴۲۳ھ بمطابق ۲۶/اپریل تا ۲ مئی ۲۰۰۲ء | شمارہ: ۴۹

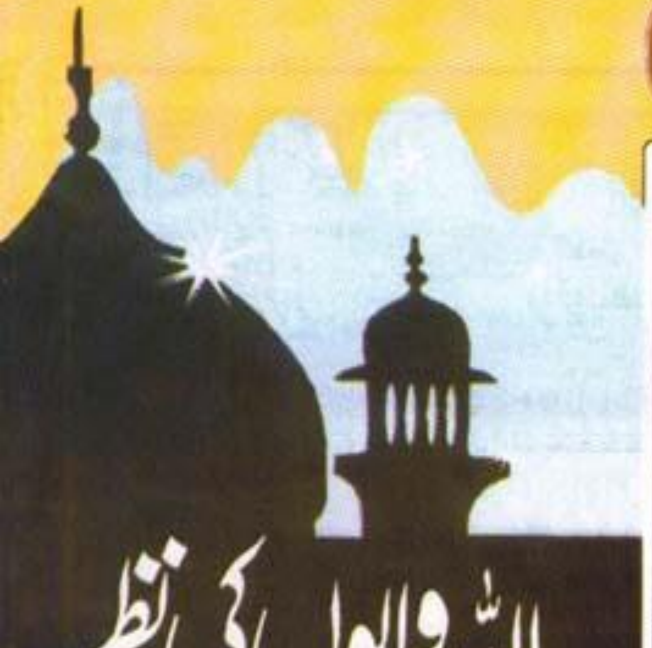

اللہ والوں کی نظر

مرزا غلام احمد قادیانی کی پیش گوئی

مسلمان عورت کہاں جا رہی ہے؟

اسلامی طرزِ معیشت کے رہنما اصول

حضرت عروہ بن زبیرؓ

رومی فلسفی کے تین سوال

Email: editorkn@yahoo.com

Website: http://www.khatme-nubuwwat.org

"تمہارے قرآن پر پیشاب کرتی ہوں" کہنے والی بیوی کا شرعی حکم:

س:..... میری بیوی نے مجھ سے دوران گفتگو کہا کہ: "میں تمہارے قرآن پر پیشاب کرتی ہوں"۔ اس واقعہ سے اس کے ایمان اور نکاح پر کیا اثر پڑا؟

ج:..... تمہاری بیوی ان الفاظ سے مرتد ہوگئی اور تمہارے نکاح سے نکل گئی، اگر وہ توبہ کرے تو ایمان کی تجدید کے بعد دوبارہ نکاح تم سے ہوسکتا ہے۔

متبرک ناموں کو کس طرح تلف کیا جائے؟

س:..... بہت سے مبارک نام جیسا کہ "اللہ" "محمد" ہم لکھتے ہیں، اگر اس کاغذ کو اس طرح پھاڑا جائے کہ اس نام کے اجزا ہوجائیں، مثلاً کاغذ کے ایک ٹکڑے پر "الف" اور دوسرے پر "للہ" آجائے تو کیا اس کاغذ کو تلف کرسکتے ہیں؟

ج:..... بہتر ہے کہ ان کو جمع کرکے کسی ڈبے میں ڈالتے رہیں اور پھر ان کو دریا برد کریں، اگر یہ ممکن نہ ہو تو پانی میں بھگو کر الفاظ مٹا دیں اور پانی کسی ادب کی جگہ ڈال دیں جہاں لوگوں کے پاؤں نہ آئیں۔

امام ابوحنیفہؒ کے آنے کا اشارہ:

س:..... کیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے امام ابوحنیفہؒ کے آنے کا اشارہ فرمایا تھا کہ ایک شخص ہوگا جو ثریا (ستارہ) سے بھی علم لے آئے گا؟

ج:..... صحیح بخاری کی روایت "لو کان الدین بالثریا" سے بعض اکابر نے حضرت امامؒ کی طرف اشارہ سمجھا ہے۔

کیا دنیا کا آخری سرا ہے جہاں ختم ہوتی ہو؟

س:..... میرا مسئلہ یہ ہے کہ موجودہ دنیا کا آخری سرا کوئی ہے جس پر دنیا ختم ہوتی ہے یا نہیں؟

ج:..... دنیا کا آخری سرا قیامت ہے مگر قیامت کا معین وقت کسی کو معلوم نہیں، قیامت کی علامات میں سے چھوٹی علامتیں تو ظاہر ہوچکی ہیں، بڑی علامات میں سے حضرت مہدی علیہ الرضوان کا ظہور ہے، ان کے زمانہ میں دجال نکلے گا، اس کو قتل کرنے کے لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نازل ہوں گے، ان کی وفات کے بعد دنیا کے حالات دگرگوں ہوجائیں گے اور قیامت کی بڑی نشانیاں پے در پے رونما ہوں گی یہاں تک کہ کچھ عرصہ کے بعد قیامت کا صور پھونک دیا جائے گا۔

رضا بالقضا سے کیا مراد ہے؟

س:..... رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ جب کسی بندہ کو محبوب بناتا ہے تو اس کو کسی مصیبت میں مبتلا کرتا ہے، پس اگر وہ صابر بنا رہتا ہے تو اس کو منتخب کرتا ہے اور اگر اس کی قضا پر راضی ہوتا ہے تو اس کو برگزیدہ کرلیتا ہے۔ مصیبت پر صابر بنا رہنے اور قضا پر راضی رہنے سے کیا مراد ہے؟

ج:..... یہ کہ حق تعالیٰ شانہ کے فیصلہ سے دل میں تنگی محسوس نہ کرے، زبان سے شکوہ و شکایت نہ کرے، بلکہ یوں سمجھے کہ مالک نے جو کیا ٹھیک کیا، طبعی تکلیف اس کے منافی نہیں، اسی طرح اس مصیبت کو دور کرنے کے لئے جائز اسباب کو اختیار کرنا اور اس کے ازالہ کی دعائیں کرنا رضا بالقضا کے خلاف نہیں۔

س:..... ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چند صحابہ سے پوچھا کہ تم کون ہو؟ انہوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! ہم مومنین مسلمین ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تمہارے ایمان کی علامت کیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ مصیبت پر صبر کرتے ہیں، راحت پر شکر کرتے ہیں اور قضا پر راضی رہتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: "بخدا تم سچے مومن ہو"۔ سوال یہ ہے کہ اس حدیث مبارکہ میں (۱) مصیبت پر صبر سے کیا مراد ہے، (۲) راحت پر شکر سے کیا مراد ہے، (۳) اور قضا پر راضی رہتے ہیں سے کیا مراد ہے؟

ج:..... نمبر۱ اور نمبر۳ اوپر لکھ دیا، راحت و نعمت پر شکر کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اس نعمت کو محض حق تعالیٰ شانہ کے لطف و احسان کا ثمرہ جانے، اپنا ذاتی ہنر اور کمال نہ سمجھے، زبان سے الحمدللہ کہے اور شکر بجالائے اور اس نعمت کو حق تعالیٰ شانہ کی معصیت پر خرچ نہ کرے، اس نعمت پر اترائے نہیں۔ واللہ اعلم۔

س:..... حضرت داؤد علیہ السلام پر وحی نازل ہوئی کہ اے داؤد! تم ایک کام کا قصد و ارادہ کرتے ہو اور میں بھی ارادہ کرتا ہوں مگر ہوتا وہی ہے جو میں ارادہ کرتا ہوں، پس اگر تم میرے ارادہ و مشیت پر راضی رہے اور مطیع و فرمانبردار بنے تب تو میں تمہارے گناہ کی تلافی بھی کروں گا اور تم سے خوش بھی رہوں گا، اور اگر میرے ارادہ پر راضی نہ ہوئے تو تم کو مشقت و تکالیف میں ڈالوں گا اور انجام کار ہوگا وہی جو میں چاہوں گا، باقی مفت کی پریشانی تمہارے سر پڑے گی۔ اس حدیث مبارکہ میں مسلمانوں کو کیا نصیحت کی گئی ہے؟

ج:..... یہ کہ اللہ تعالیٰ کی مشیت و ارادہ پر راضی رہیں۔ اگر اپنے مزاج اور اپنی خواہش کے خلاف کوئی بات منجانب اللہ پیش آئے تو اس پر دل اور زبان سے شکوہ نہ کریں۔

http://www.khatme-nubuwwat.org

ہفت روزہ

ختم نبوۃ

سرپرستِ اعلیٰ
حضرت خواجہ خان محمد مدظلہ

سرپرست
حضرت سید نفیس الحسینی دامت برکاتہم

مدیر اعلیٰ
مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری

نائب مدیر اعلیٰ
مولانا محمد اکرم طوفانی

مدیر
مولانا اللہ وسایا

جلد: ۲۰ | ۱۲ تا ۱۸ صفر ۱۴۲۳ھ بمطابق ۲۶/اپریل تا ۲/مئی ۲۰۰۲ء | شمارہ: ۴۹

بیاد

امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ
خطیب پاکستان قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ
مجاہد اسلام حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ
مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ
محدث العصر مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ
فاتح قادیان حضرت اقدس مولانا محمد حیاتؒ
شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ
امام اہل سنت حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰنؒ
حضرت مولانا محمد شریف جالندھریؒ
مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمودؒ

مجلس ادارت

مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر
مولانا عبدالرحیم اشعر
علامہ احمد میاں حمادی
مولانا نذیر احمد تونسوی
مولانا منظور احمد الحسینی
مولانا سعید احمد جلال پوری
صاحبزادہ طارق محمود
مولانا محمد اسمٰعیل شجاع آبادی
مولانا محمد اشرف کھوکھر
سید اطہر عظیم
سرکولیشن منیجر: محمد انور رانا
ناظم مالیات: جمال عبدالناصر شاہد
قانونی مشیران: حشمت حبیب ایڈووکیٹ، منظور احمد ایڈووکیٹ
ٹائٹل ڈیزائن: محمد ارشد خرم، محمد فیصل عرفان

اس شمارے میں

کیا اسلام کے دو چہرے ہیں؟	(اداریہ)	4
حضرت عروہ بن زبیر ﷺ	(عبیداللہ)	6
مسلمانوں عورت کہاں جارہی ہے؟	(السید وحمۃ)	11
اللہ والوں کی نظر	(علی اصغر)	15
اسلامی طرز معیشت کے رہنما اصول	(مولانا عاشق الٰہی)	17
مرزا قادیانی کی پیشگوئی	(حافظ محمد اقبال رنگونی)	19
روحی فلسفی کے تین سوال	(مولانا محمد اسمٰعیل عارفی)	20
مرزا قادیانی کی پیشگوئی جو جھوٹی نکلی	(محمد اقبال رنگونی)	22
گناہ ...... روح و جسم کے نقصان کا ذریعہ	(مولانا مسیح اللہ)	23
اسلام اور احترام انسانیت	(مولانا محمد سلمان منصور پوری)	24

زرِ تعاون اندرون ملک

فی شمارہ: ۷ روپے
ششماہی: ۱۷۵ روپے   سالانہ: ۳۵۰ روپے
چیک ڈرافٹ بنام ہفت روزہ ختم نبوت
اکاؤنٹ نمبر 8-363 اور اکاؤنٹ نمبر 2-927
الائیڈ بینک، بنوری ٹاؤن برانچ کراچی پاکستان ارسال کریں

زرِ تعاون بیرون ملک

امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا: ۹۰ ڈالر
یورپ، افریقہ: ۷۰ ڈالر
سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، بھارت، مشرق وسطیٰ، ایشیائی ممالک: ۶۰ امریکی ڈالر

لندن آفس:
35,Stockwell Green,
London, SW9 9HZ U.K.
Ph: 0207-737-8199

مرکزی دفتر: حضوری باغ روڈ، ملتان
فون: ۵۱۴۱۲۲-۵۸۳۴۸۶ فیکس: ۵۴۲۲۷۷
Hazoori Bagh Road, Multan.
Ph: 583486-514122 Fax: 542277

رابطہ دفتر: جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ)
ایم اے جناح روڈ کراچی۔ فون: ۷۷۸۰۳۳۷ فیکس: ۷۷۸۰۳۴۰
Jama Masjid Bab-ur-Rehmat (Trust)
Old Numaish M.A. Jinnah Road, Karachi
Ph. 7780337 Fax.7780340

ناشر: عزیز الرحمٰن جالندھری   طابع: سید شاہد حسن   مطبع: القادر پرنٹنگ پریس   مقام اشاعت: جامع مسجد باب الرحمت ایم اے جناح روڈ کراچی

اداریہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کیا اسلام کے دو چہرے ہیں؟

گزشتہ دنوں بھارتی وزیر اعظم اٹل بہاری واجپائی نے اپنے آقاؤں کے ایما پر پوری دنیا کے مسلمانوں کو قیام امن کا مخالف قرار دیتے ہوئے کہا کہ: ''اسلام کے دو چہرے ہیں' ایک تحمل اور دوسرا عسکریت پسندی کا سبق دیتا ہے''۔ بھارتی وزیر اعظم کے یہ الفاظ اور ان کی یہ انتہا پسندانہ ذہنیت درحقیقت اس وقت پوری دنیا کے اسلام دشمن عناصر کی مشترکہ ذہنیت ہے جو وقتاً فوقتاً کسی نہ کسی عالمی رہنما کی اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ہرزہ سرائیوں کی صورت میں منظر عام پر آکر حقیقت کو بے نقاب کرتی رہتی ہے۔ دنیا بھر کے مسلمانوں کے خلاف بھارتی وزیر اعظم کا یہ بیان اتنا شر انگیز ہے کہ بھارت کی اپوزیشن جماعت کانگریس آئی کی سربراہ سونیا گاندھی ان کے اس بیان کو ''ذہنی توازن بگڑ جانے کی تشویش انگیز کیفیت کے ثبوت'' سے تعبیر کرنے پر مجبور ہو گئیں۔

وزیر اعظم واجپائی نے یہ بھی دعویٰ کیا ہے کہ ''اس میں (اسلام میں) تحمل اور برداشت کے لئے کوئی جگہ نہیں ہے' مسلمان کہیں بھی امن سے نہیں رہتے' انڈونیشیا اور ملائیشیا ہر جگہ مسلمان دوسروں کو ڈراتے دھمکاتے رہتے ہیں''۔ بھارتی وزیر اعظم کا یہ دعویٰ کس قدر بے دلیل ہے؟ اس کا بین ثبوت یہ ہے کہ دنیا بھر میں مسلمان اس وقت انتہائی مظلومیت کی حالت میں ہیں۔ مختلف ممالک میں مسلمان ۱۱/ستمبر کے واقعہ کے بعد سے ریاستی ظلم و تشدد اور مذہبی تعصب کا نشانہ بنے ہوئے ہیں۔ دنیا بھر میں اس وقت دہشت گردی کے خلاف ہونے والی عالمی جنگ کا اصل ہدف صرف اسلام اور اس کا اصل نشانہ صرف مسلمان ہیں۔ مسلمانوں کا قتل عام' ان پر تشدد' مساجد کو نذر آتش کرنا اور اسلامک سینٹروں پر حملے اس وقت صرف بھارت ہی میں نہیں بلکہ پوری دنیا میں عام اور روزمرہ کا معمول ہیں۔

سیکولرازم' لبرل ازم اور ماڈریٹ معاشرے کے دعوے داروں نے ان تمام لبادوں کو اپنے اوپر سے اتار پھینکا ہے اور اب کھل کر اسلام اور مسلمانوں کو اپنے مکروہ عزائم کا شکار بنانے پر تلے بیٹھے ہیں۔ بھارت سیکولرازم کے نام پر' اسرائیل صیہونیت کے نام پر اور دیگر ممالک لبرل ازم' سیکولرازم' آزاد خیالی اور مہذب معاشرے کے خلاف جنگ کے عنوان سے مسلمانوں کو اپنے غیض و غضب کا نشانہ بنا رہے ہیں۔

بھارتی وزیر اعظم کی اسلام اور مسلمانوں کے خلاف یہ ہرزہ سرائی دراصل ہندو انتہا پسندوں کو مسلمانوں کے خلاف بھڑکانے کی ایک منظم اور سوچی سمجھی سازش ہے جس کے ذریعہ وہ ایک طرف بھارت کی مظلوم مسلم اقلیت کو مزید کچلنا اور دبانا چاہتے ہیں تو دوسری طرف پاکستان کے خلاف اپنے توسیع پسندانہ اور جارحانہ عزائم کی راہ ہموار کرنا چاہتے ہیں' تیسری طرف وہ اس کے ذریعہ ان بیرونی ممالک کی ہمدردیاں حاصل کرنا چاہتے ہیں جو اسلام اور مسلمانوں کو کچلنے کے لئے اپنے پورے لاؤلشکر کے ساتھ میدان میں اترے ہوئے ہیں اور چوتھی طرف وہ اس کے ذریعہ اسلام کو بدنام کرنے کی عالمی میڈیا یامہم کا حصہ بننا چاہتے ہیں۔

بھارتی ریاست گجرات اور مہاراشٹر میں ہندو انتہا پسندی اپنے پورے عروج پر دکھائی دیتی ہے جہاں ریاستی وزیر اعلیٰ نریندر مودی کی کھلی اسلام دشمنی اور انتہا پسند مسلم کش ہندو ذہنیت کا خون ریز ننگا ناچ گزشتہ مہینہ سے اب تک مسلسل جاری ہے جس میں اب تک متعدد مساجد کی بے حرمتی اور انہیں نذر آتش کیا جا چکا ہے' کئی ہزار مسلمانوں کو قتل اور نذر آتش کیا جا چکا ہے اور ان کی اربوں روپے کی املاک انتہا پسند ہندوؤں کی لوٹ مار اور آتش زنی کی بھینٹ چڑھ چکی ہیں' ہزاروں مسلمان بے گھر کئے جا چکے ہیں اور انہیں پناہ گزینوں کی حیثیت سے خوف و دہشت کی حالت میں زندگی گزارنے پر مجبور کر دیا گیا ہے' کیا بھارتی وزیر اعظم اسے بھی اسلام کے چہرے کا دوسرا رخ قرار دیں گے؟

اسلام کے دو چہرے ہونے کا الزام لگانے والے بھارتی وزیر اعظم نے کبھی خود آئینے میں اپنے مکروہ چہرے کو دیکھا ہے جس پر ہزار ہا مسلمانوں کے قتل کے چھینٹے دکھائی دیتے ہیں؟ کبھی انہوں نے اپنے خون آلود دامن پر نگاہ ڈالنے کی زحمت گوارا فرمائی ہے جس پر بے شمار مظلوم مسلمانوں کے خون کے دھبے موجود ہیں؟ کبھی انہوں نے ہندو انتہا پسندوں کے ماتھے پر لگے تلک کو بغور دیکھنے کی کوشش کی ہے جس میں انتہائی مظلومیت سے بہائے گئے خون مسلم کی سرخی جھلکتی صاف

دکھائی دیتی ہے؟ کیا وہ اس حقیقت کو فراموش کئے بیٹھے ہیں کہ وہ اسی سیکولرازم کے دعوے دار بھارت کے آئینی سربراہ بنے بیٹھے ہیں جس کی دھرتی پر ۱۹۴۷ء میں لاکھوں مسلمانوں کا خون پانی سے بھی زیادہ وارزاں حیثیت سے بہایا گیا ہے؟ اسی سے ملی جلتی کیفیت اسرائیل کی ہے جہاں صیہونیت کے علمبرداروں نے تمام انسانی قدروں کو پامال کردیا گیا ہے۔ اسلام کے نام لیوا مظلوم فلسطینیوں کے قتل عام ان پر بمباری ان کی املاک کی تباہی اور انہیں کیمپوں تک محدود کردینے کے ظالمانہ اسرائیلی طرز عمل کی مثال دنیا میں صرف اس کے ہم مشرب ممالک ہی پیش کرسکتے ہیں۔ دیگر یورپی ممالک کو دیکھئے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ یہی کچھ وہاں بھی مسلمانوں کے ساتھ دہرایا جارہا ہے۔ دور کیوں جایئے؟ دنیا کے صف اول کے اخبار واشنگٹن پوسٹ کی اس ضمن میں شائع ہونے والی رپورٹ کا خلاصہ درج ذیل ہے:

"۱۱/ستمبر کے حملوں کے سلسلے میں زیر حراست پاکستانیوں اور دیگر ممالک کے مسلمانوں سے انتہائی درجے کی بدسلوکی اور بدترین تشدد کیا گیا۔ ان قیدیوں کو سونے بھی نہیں دیا گیا۔ اخبار نے اس سلسلے میں حال ہی میں رہائی پانے والے ۳ پاکستانیوں کے انٹرویوز شائع کئے ہیں۔ ان پاکستانیوں نے بتایا کہ تفتیش کے دوران ان افراد پر شدید تشدد کیا گیا۔ ۴۲ سالہ انصار محمود ۳۸ سالہ سید امجد جعفری اور ۳۹ شاکر علی بلوچ نے بتایا کہ حراستی مرکز میں داخل ہوتے ہی جیل کے محافظوں نے ان کا سر دیوار پر دے مارا جس سے ان کی زبان زخمی ہوگئی' دانت ٹوٹ گئے اور چہرہ لہولہان ہوگیا۔ سید امجد جعفری نے بتایا کہ تفتیشی عملے نے انہیں مجبور کیا کہ وہ ان کے اپارٹمنٹ میں رکھی گئی کسی اور کی اسٹین گن کو اپنی ملکیت تسلیم کرے۔ ان پاکستانیوں نے بتایا کہ حراستی مرکز میں روشنی مستقل روشن رکھی جاتی ہے جس کے باعث قیدی سو نہیں سکتے۔ ایک قیدی نے بتایا کہ اسے ایک الگ سیل میں رکھا گیا جہاں اسے ایک سوراخ سے کھانا دیا جاتا تھا اور انہیں دیگر طریقوں سے ذہنی اذیت الگ دی جاتی ہے۔" (روزنامہ جنگ کراچی ۱۸/اپریل ۲۰۰۲ء)

ان حقائق کی روشنی میں آپ خود فیصلہ کیجئے کہ اسلام کے دو چہرے ہیں یا ان طاقتوں کے جو لبرل اور سیکولر ہونے کی دعوے دار ہیں؟ آپ بتایئے کہ ظالم کون ہے اور مظلوم کون؟ آپ بتایئے کہ عسکریت پسندی فی الحقیقت کس کا مذہب ہے؟ آپ تعین کیجئے کہ دہشت گردی کس کا عقیدہ ٹھہری؟ کیا آپ ان حقائق سے آنکھیں بند کرکے مسلمانوں کو ہی الزام دیئے جائیں گے؟ کیا مظلوم مسلمانوں کا قتل عام' انہیں نظر آتش کرنا' ان کی مساجد کو شہید کرنا' ان کی املاک کو تباہ و برباد کردینا' ان پر وحشیانہ بمباری کرنا' انہیں ٹارچ سیلوں کے اندر بہیمانہ تشدد کا نشانہ بنانا دنیا کے کسی عقیدہ' مذہب' نظام حیات یا کسی ترقی پسند معاشرے میں نافذ شدہ قوانین کی روشنی میں جائز ہے؟ کیا آپ کا ضمیر اس کے باوجود دنیا بھر کے مسلمانوں پر لگائے اس الزام کو گوارا کرلے گا کہ مسلمان کہیں بھی امن سے نہیں رہتے اور ہر جگہ دوسروں کو ڈراتے دھمکاتے رہتے ہیں؟ کیا یہ حقائق اب بھی آپ کی نظر میں مسلمانوں کو مظلوم ثابت کرنے کے لئے ناکافی ہیں؟ کیا آپ اب بھی یہی گمان کریں گے کہ اسلام میں تحمل اور برداشت کے لئے کوئی جگہ نہیں ہے؟ کیا آپ کی نظر میں یہ کہنا سراسر ظلم نہیں کہ اسلام کے دو چہرے ہیں؟

اسلام کا تحمل' برداشت اور بردباری تو دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے کہ اس مظلومیت کے دور میں بھی اسلام کی تعلیمات تحمل اور بربار ی کے ساتھ حالات سے نبرد آزما ہونے کا درس دیتی ہیں۔ ان پریشان کن حالات میں بھی مسلمانوں نے اپنے دین کی ان تعلیمات کو ہاتھ سے چھوڑا جن کے تحت کسی بے گناہ پر ظلم کرنا گناہ عظیم ہے۔ ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ مسٹر واجپائی اور ان کے آقا اسلام کے اس متحمل اور بردبار رویہ کا احساس و ادراک کرکے اس کی قدر کرتے اور اس عالمگیر مذہب کے خلاف زبان طعن دراز کرنے سے یکسر احتراز کرتے لیکن کیا کیا جائے مسٹر واجپائی کے مغلظات اس بات کا ثبوت ہیں کہ برتن میں جو کچھ ہو وہی چھلکتا ہے۔

ہم تمام عالمی رہنماؤں خصوصاً بھارتی وزیراعظم واجپائی' اسرائیلی وزیراعظم ایریل شیرون اور دیگر یورپی ممالک سے اپیل کرتے ہیں کہ وہ اپنی متعصب انتہا پسندانہ اسلام دشمن ذہنیت سے فی الفور پیچھا چھڑائیں اور اسلام اور مسلمانوں کو اپنے دشمن کے بجائے اپنے محسنوں کی حیثیت سے پہچانیں۔ یہ وہ محسن ہیں جنہوں نے یہودیوں' عیسائیوں' ہندوؤں اور دیگر ادیان کے پیروکاروں کو انسانوں کی غلامی سے نکال کر اس وحدہ لاشریک کی غلامی میں پہنچایا جو تمام آقاؤں کا آقا ہے۔ اسلام نے ان مذاہب کے پیروکاروں کو ظلم و دہشت گردی سے نجات دلا کر امن و سکون کی زندگی کی راہ دکھائی۔ اگر آج بھی ان کی آنکھیں اپنے محسنین کی طرف سے نہ کھلیں اور وہ انہیں اپنے دوست کے بجائے دشمن سمجھتے رہے اور ان کے ساتھ دشمنوں والا معاملہ کرتے رہے تو انہیں یہ حقیقت یاد رکھنی چاہئے کہ وقت ان قوموں کا تباہ و برباد کردیتا ہے جو احسان فراموشی کو اپنا وطیرہ بنا کر اپنے محسنوں کے درپے آزار ہوتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ان اقوام اور ان رہنماؤں کو سمجھ بوجھ عطا فرمائے۔ آمین۔

حضرت عروہ بن زبیرؓ

سورج دن بھر کی گردش کے بعد تھک چکا ہے اور اب اپنی آخری سنہری کرنیں عالم پر ڈال کر بیت اللہ کے افق سے غائب ہونے والا ہے' اس کی گرمی سے پیدا ہونے والی تپش ٹھنڈی پڑتی جارہی ہے اور ارض حرم کا موسم کیف آور ہوتا جارہا ہے۔ موسم کے پیش نظر بیت اللہ کے عشاق پروانہ وار صحن حرم میں جمع ہورہے ہیں' دیکھتے ہی دیکھتے سرزمین حرم میں مقیم و موجود حضرات صحابہؓ و اکابر تابعینؒ نے طواف میں مشغول ہوکر تہلیل و تکبیر کے نعروں سے پوری فضا کو بھر دیا اور حرم کے ایک ایک گوشہ میں ان کے دعائیہ کلمات گونجنے لگے۔

طواف سے فارغ ہوکر لوگ گروہ در گروہ بیت اللہ کے چہار جانب بیت اللہ کے شایان شان اکرام و احترام اور تعظیم و ہیبت کے ساتھ بیٹھ رہے ہیں' اور بیت اللہ کے دلفریب منظر سے اپنی آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچا رہے ہیں اور پست آواز میں حرم کے آداب کے مطابق دینی گفتگو بھی کرتے جارہے ہیں۔

بیت اللہ کا ایک گوشہ جو رکن یمانی کہلاتا ہے جو حجر اسود کی بائیں سمت کا بالمقابل کنارہ ہے' اس کے قریب چار نوجوان بیٹھے ہوئے ہیں' نہایت خوبصورت چہرے و لباس سے بڑے بڑے گھرانوں کے چشم و چراغ معلوم ہوتے ہیں' ان کے کپڑے ایسے صاف و سفید ہیں اور چاروں باہم ایسے گھلے ملے ہوئے ہیں کہ معلوم ہوتا ہے کہ حرم کے کبوتروں کا ایک گروہ بیٹھا ہوا ہے۔

ان میں سے تین حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پھوپھی زاد بھائی حضرت زبیر بن عوامؓ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی حضرت اسماءؓ کے نونہالان عبداللہ' مصعب اور عروہ ہیں اور چوتھے نوجوان عبدالملک بن مروان ہیں۔

یہ چاروں نوجوان پست آواز میں مصروف گفتگو ہیں کہ اچانک ان میں سے ایک نے کہا کہ ہر ایک' اللہ سے اپنی تمنا و آرزو کا سوال کرے۔

یہ کہنا تھا کہ ہر ایک کا طائر خیال' عالم خیال کی وسعتوں میں پرواز کرنے لگا اور ان کے تصور کی آنکھیں ہزار قسم کی تمناؤں کے گرد چکر لگانے لگیں' پھر

عبیداللہ

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ جن کو صحابیت کا بھی شرف حاصل تھا' انہوں نے کہا:

''میری تو آرزو یہ ہے کہ مجھے حجاز کی سلطنت اور خلافت اسلامیہ مل جائے۔''

ان کے بھائی حضرت مصعبؓ نے کہا:

''میری تمنا ہے کہ مجھے کوفہ و بصرہ کی حکمرانی ملے اور اسے کوئی مجھ سے نہ چھینے۔''

عبدالملک بن مروان نے کہا:

''آپ دونوں نے تو اسی قدر پر اکتفا کرلی جس کا آپ نے ذکر کیا ہے' مگر میں تو ساری زمین کا بادشاہ بننا چاہتا ہوں اور حضرت معاویہ بن سفیانؓ کے بعد خلافت اسلامیہ کے حصول کی آرزو و خواہش رکھتا ہوں۔''

حضرت عروہؓ نے خاموشی اختیار کی اور کچھ نہ کہا تو تینوں نے ان سے دریافت کیا کہ آخر تمہاری کیا تمنا ہے؟ انہوں نے فرمایا:

''آپ حضرات نے جن دنیاوی امور کی خواہش ظاہر کی ہے اللہ آپ کے لئے ان میں برکت عطا فرمائے' میں تو یہ تمنا رکھتا ہوں کہ باعمل عالم بنوں' لوگ مجھ سے کتاب اللہ اور سنت رسول کا' دین کے احکام کا علم حاصل کریں اور اس طرح آخرت میں مجھے اللہ کی رضا حاصل ہو۔''

یہ نشست برخاست ہوئی' وقت گزرتا رہا' اور حالات پلٹا کھاتے رہے' اور اچانک وہ وقت آیا کہ یزید بن معاویہ کی وفات کے بعد حضرت عبداللہ بن زبیرؓ سے لوگوں نے خلافت کی بیعت کی اور وہ حجاز و مصر اور یمن و خراسان و عراق کے حاکم بنے مگر زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا کہ حرم مکہ میں بیت اللہ کے پاس مقام ابراہیم کے بہت قریب' جہاں بیٹھ کر انہوں نے حکومت و خلافت کی تمنا کی تھی' وہ شہید کردیئے گئے۔

حضرت عبداللہؓ نے ہی اپنی طرف سے اپنے بھائی مصعب کو عراق کا گورنر بنایا تھا اور وہ بھی عراق میں شہید کردیئے گئے۔

پھر ایک وقت آیا کہ عبدالملک کے والد مروان' جو سلطنت بنوامیہ کے حکمران بن چکے تھے' ان کا انتقال ہوا اور ان کی جگہ عبدالملک نے تخت سلطنت سنبھالا' اور حضرت عبداللہ و حضرت مصعب رضی اللہ عنہما کی شہادت کے بعد وہ بالاتفاق اپنے زمانے میں دنیا کے سب سے بڑے بادشاہ و حکمران مانے گئے۔

یہ تو ان چاروں نوجوانوں میں سے تین کا انجام ہوا' رہ گئے حضرت عروہؓ جنہوں نے دنیا کے بجائے دین کی آرزو وتمنا کی تھی' اب ان کا حال سنئے:

حضرت عروہ کی پیدائش حضرت عثمانؓ کی خلافت کے آخری سال میں ہوئی تھی' ان کی پیدائش ایک ایسے گھرانے میں ہوئی تھی جو نہایت باعزت ومحترم گھرانا سمجھا جاتا تھا' اس لئے کہ ان کے والد حضرت زبیر بن عوامؓ تھے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مصاحب خاص تھے اور آپ کے حقیقی پھوپھی زاد بھائی بھی تھے' اسلام میں سب سے پہلے انہوں نے ہی تلوار اٹھائی اور وہ ان دس سعادت مند صحابہؓ میں سے تھے جن کو اسی دنیا میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے ایک ہی مجلس میں جنتی ہونے کی خوشخبری ملی تھی' اور حضرت عروہؓ کی والدہ حضرت ابوبکرؓ کی صاحبزادی اور ام المومنین حضرت عائشہؓ کی بہن حضرت اسماءؓ تھیں۔

ان کے نانا حضرت ابوبکر صدیقؓ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے بڑے عاشق و جاں نثار' حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرامؓ میں سب سے افضل' حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہجرت کے رفیق اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ اول تھے۔ ان کی دادی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی پھوپھی حضرت صفیہ بنت عبدالمطلبؓ تھیں۔ ان کی خالہ ام المومنین حضرت عائشہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے چہیتی بیوی تھیں جن کے انتقال کے موقع پر حضرت عروہؓ نے ہی ان کو قبر میں اتارا اور ان کی قبر کو بند کیا۔ اندازہ لگایئے کہ کیا اس سے بڑا کوئی خاندانی شرف ہوسکتا ہے؟ اور اس سے بڑھ کر کوئی عزت کی بات ہوسکتی ہے؟

حضرت عروہؓ نے بیت اللہ کے قریب بیٹھ کر جو تمنا کی تھی اس کو بروئے کار لانے اور اس کو پورا کرنے کے لئے انہوں نے یہ کیا کہ انہوں نے خود کو ہر چیز سے کاٹ کر علم کی طلب میں لگا دیا اور اس کے لئے باقی ماندہ باحیات صحابہؓ کو غنیمت اور بڑی نعمت سمجھا۔ چنانچہ آپ ان کے گھروں پر جاتے' ان کے پیچھے نماز پڑھتے' ان کی مجالس کی فکر رکھتے اور اس طرح انہوں نے حضرت علیؓ حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف' حضرت زید بن ثابتؓ حضرت ابوایوبؓ انصاری' حضرت اسامہؓ حضرت سعید بن زیدؓ حضرت ابو ہریرہؓ حضرت عبداللہ بن عباسؓ حضرت نعمان بن بشیرؓ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث اور علم کو حاصل کیا اور خاص طور سے اپنی خالہ حضرت عائشہؓ سے کسب فیض کیا' حتیٰ کہ آپ مدینہ منورہ کے ان سات مشہور فقہاؒ میں ہوئے جو اصاغر صحابہؓ اور اکابر تابعینؒ کے عہد میں افتا کے باب میں امتیازی مقام اور سند کی حیثیت رکھتے تھے۔

عامۃ المسلمین ان سے فتاویٰ و مسائل پوچھتے تھے اور اہل صلاح' حکام اور امرا اپنے ملکی معاملات اور رعایا کے مسائل میں ان سے مشورہ و مدد حاصل کرتے تھے۔ منقول ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کو جب ولید بن عبدالملک نے اپنی طرف سے مدینہ منورہ کا حاکم ووالی بنا کر بھیجا تو ان کے مدینہ پہنچنے پر شہر کے لوگوں نے حاضر خدمت ہوکر ان کو سلام کیا' انہوں نے ظہر سے فارغ ہوکر مدینہ منورہ کے دس فقہاؒ کو بلایا' جن کے بڑے وسربراہ حضرت عروہؓ ہی تھے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے ان کے آنے پر ان کا استقبال کیا اور ان کا بڑا اکرام کیا' عزت کے ساتھ ان کو بٹھایا پھر اللہ کی حمد وثنا کرنے کے بعد فرمایا:

"میں نے آپ حضرات کو ایک ایسے کام کے لئے زحمت دی ہے کہ آپ کو اس پر اجر ملے گا اور آپ اس کی وجہ سے میرے لئے حق پر معین ومددگار ہوں گے' میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ حضرات کے مشورے کے بغیر کوئی فیصلہ نہ کروں' نہ کوئی بات طے کروں' آپ سب موجود ہوں تو سب ورنہ جو موجود ہو اس کی رائے سے کام لوں۔ لہٰذا آپ حضرات اگر کسی پر ظلم کرتا ہوا پائیں یا میرے کسی کارکن کے کسی قسم کے ظلم کی کوئی خبر آپ تک پہنچے تو میں آپ لوگوں کو خدا کا واسطہ دیتا ہوں کہ مجھے ضرور بتادیجئے گا۔"

یہ سن کر حضرت عروہؓ نے ان کو خیر کی دعا دی اور ان کے حق میں اللہ کی جانب سے اصابت اور پختگی رائے اور صلاح وتوفیق ہدایت کی امید ظاہر کی۔

حضرت عروہؓ صرف بڑے عالم ہی نہ تھے بلکہ بڑے باعمل بھی تھے۔ سخت گرمی کے دنوں میں روزہ رکھا کرتے تھے' راتوں کو نماز میں گزارتے اور ہمہ وقت یاد الٰہی اور ذکر اللہ میں مصروف رہتے۔ قرآن کریم سے ان کو بڑا گہرا تعلق تھا' بس اس کی تلاوت میں منہمک و مصروف رہا کرتے تھے۔ روزانہ دن میں چوتھائی قرآن کو دیکھ کر پڑھا کرتے تھے اور پھر اسی حصے کو رات میں تہجد میں بھی پڑھا کرتے تھے۔ آغاز جوانی سے لے کر وفات تک ایک مرتبہ کے علاوہ کسی دن بھی آپ کا اس معمول کو ترک کرنا منقول نہیں' اور ایک مرتبہ جو آپ سے یہ معمول چھوٹا بھی تو نہایت اہم واندوہناک حادثہ کی وجہ سے جس کا تذکرہ آگے آنے والا ہے۔

حضرت عروہؓ کو نماز سے اتنا شغف تھا کہ ان کو اپنی راحت وچین' آرام وسکون' آنکھوں کی ٹھنڈک اور جنت کا لطف نماز میں ہی محسوس ہوتا تھا' یہی وجہ ہے کہ آپ نماز نہایت عمدگی و اہتمام اور حقوق و آداب کی رعایت کے ساتھ پڑھا کرتے تھے اور بہت لمبی نماز پڑھتے تھے۔

منقول ہے کہ ایک مرتبہ انہوں نے ایک شخص کو نہایت مختصر نماز پڑھتے دیکھا تو نماز سے فارغ

ہونے پر اس کو بلایا اور اس سے فرمایا کہ بیٹے کیا تم اللہ کے یہاں اپنی کوئی ضرورت نہیں رکھتے؟ بخدا میں تو نماز میں اپنے اللہ سے اپنا سب کچھ مانگتا ہوں حتیٰ کہ نمک بھی اسی سے مانگتا ہوں۔

حضرت عروہؓ بہت ہی سخی تھے ان کی سخاوت کے واقعات میں سے ایک واقعہ یہ ہے کہ مدینہ منورہ کے اہم ترین باغات میں سے ایک ان کا باغ بھی تھا جس کے کنوئیں کا پانی نہایت شیریں درخت سایہ دار لمبے لمبے اور گھنے تھے اور وہ پورے سال اپنے باغ کی دیوار بنواتے رہتے تھے تاکہ باغ کے درختوں کو محفوظ کیا جاسکے جانوروں کے نقصان سے بھی اور بچوں کے کھیل کود کی وجہ سے ہونے والے نقصان سے بھی لیکن جب کھجور کی فصل تیار ہو جاتی پھل پک جاتے اور ان کے کھانے کی رغبت وشوق کا وقت آجاتا تو ادھر ادھر سے دیوار کا اکثر حصہ گرادیتے تاکہ لوگوں کو اندر آنے کی عام اجازت ہو جائے چنانچہ ادھر ادھر آنے جانے والے باغ میں آیا کرتے اور ان کے باغ کے بہترین ولذیذ پھلوں کو کھاتے اور ساتھ ہی جتنا لے جانا پسند کرتے یا ساتھ لے جاسکتے ساتھ بھی لے جاتے۔

ان کی عادت تھی کہ جب بھی اپنے اس باغ میں آتے تو اس آیت کریمہ کی تلاوت کیا کرتے تھے جس کا ترجمہ یہ ہے:

"جس وقت اپنے باغ میں پہنچا تھا
تو تو نے یوں کیوں نہ کہا کہ جو اللہ کو منظور
ہوتا ہے وہی ہوتا ہے اور خدا کی مدد کے بغیر
کوئی قوت نہیں۔"

ولید بن عبدالملک کی خلافت کے عہد میں ایک سال اللہ نے حضرت عروہؓ کا سخت امتحان لیا جس میں مضبوط دل وجگر والے اور پختہ ایمان ویقین والے ہی ثابت قدم رہ سکتے تھے۔

ہوا یہ کہ خلیفہ نے حضرت عروہؓ کو دمشق آنے کی دعوت دی تاکہ وہ ان کی زیارت کا شرف حاصل کرسکے انہوں نے دعوت کو منظور فرما کر اپنے بیٹے کے ساتھ سفر کیا جب خلیفہ کے پاس پہنچے تو اس نے ان کا بڑا پر جوش استقبال کیا ان کو خوش آمدید کہا اور ان کا بڑا ہی اعزاز واکرام اور بڑی خاطر مدارات کی پھر اللہ کی مشیت سے حالات کا رخ بدل گیا ہوا یہ کہ حضرت عروہؓ کے صاحبزادے ایک دن ولید کے ایک اصطبل میں گئے تاکہ ولید کے بہترین گھوڑوں کو دیکھیں اتفاق سے ایک جانور نے ان کو ایسی چوٹ ماری کہ وہ ان کے لئے جان لیوا ثابت ہوئی اور ابھی ان کے والد حضرت عروہؓ نے اپنے بیٹے کی قبر کی مٹی کو اپنے ہاتھ سے جھاڑا ہی تھا کہ ان کے پیروں میں کینسر ہو گیا جس کی وجہ سے ان کی پنڈلی سوج گئی اور ورم برابر بڑھتا و پھیلتا ہی رہا۔

خلیفہ نے اپنے مہمان کے اعزاز میں چاروں طرف کے اطبا ومعالجین کو جمع کیا اور ان کو ہر ممکن طریقے سے ان کے علاج کی تاکید کی لیکن اطبا نے بالاتفاق یہ طے کیا کہ اگر ان کے باقی جسم اور ان کی جان کو محفوظ رکھنا ہے تو اس کے علاوہ کوئی چارہ نہیں کہ ان کی پنڈلی کو کاٹ کر جسم سے علیحدہ کر دیا جائے چارو ناچار ان کو بھی یہ ماننا پڑا چنانچہ جراح آگیا اور اپنے ساتھ آپریشن کے آلات بھی لایا جراح نے اپنا کام شروع کرنے سے پہلے ان سے کہا کہ ہم آپ کو چند گھونٹ شراب پلانا چاہتے ہیں تاکہ آپ آپریشن اور کاٹ پیٹ کے درد وتکلیف کو محسوس نہ کرسکیں۔ انہوں نے فرمایا کہ ہرگز نہیں میں اپنے آرام کی خاطر حرام چیز سے مدد لوں یہ نہیں ہو سکتا۔

پھر اس نے کہا اچھا ہم بے ہوشی کی کوئی دوا دے دیں؟ تو آپ نے فرمایا کہ تکلیف کے احساس کے بغیر میرے جسم کا کوئی حصہ جدا ہو مجھے یہ پسند نہیں ہے میں چاہتا ہوں کہ تکلیف ہو اور میں صبر کر کے اللہ سے اجر حاصل کروں۔

آخر کار جراح نے یونہی آپریشن کا ارادہ کرلیا جب اس نے پنڈلی کاٹنے کا ارادہ کیا تو چند آدمی ان کی طرف بڑھے انہوں نے فرمایا کہ کیا بات ہے؟ کہا گیا کہ یہ لوگ اس لئے آئے ہیں تاکہ آپ کو پکڑ لیں اس لئے کہ ہو سکتا ہے کہ آپ کو تکلیف زیادہ ہو اور اس کی وجہ سے آپ اپنا پیر کھینچ لیں اور پھر آپ کو کوئی نقصان پہنچ جائے۔ آپ نے فرمایا کہ ان کو واپس کر دو ان کی ضرورت نہیں ہے میں انشاء اللہ ذکر و تسبیح میں مشغول رہوں گا اور کام ہو جائے گا۔

ان کے اس فرمان پر طبیب نے اپنا کام شروع کیا پہلے گوشت کاٹا پھر ان کی ہڈی کو آری سے کاٹنا شروع کیا اس دوران حضرت عروہؓ لا الہ الا اللہ اور اللہ اکبر کہتے رہے جراح اپنے کام میں مشغول رہے حتیٰ کہ پوری ہڈی کٹ گئی اور کاٹنے کے بعد فوراً ان کی پنڈلی کھولتے ہوئے تیل میں ڈبو دی گئی تاکہ خون کا جوش تھم جائے اور زخم بند ہو جائے اس وقت ان پر اتنی طویل بے ہوشی طاری ہوئی کہ اس کی وجہ سے ان کے اس معمول کا ناغہ ہو گیا جس کا تذکرہ پیچھے گزرا ہے۔

پھر جب وہ ہوش میں آئے تو انہوں نے اپنا کٹا ہوا پیر منگایا اور ہاتھ میں لے کر اسے ادھر ادھر گھمایا اور فرماتے رہے کہ: "اس ذات کی قسم! کہ جس نے مجھے تیرے اوپر رات کے اندھیروں میں مسجد تک پہنچایا وہ خوب جانتا ہے کہ میں تجھ کو کسی حرام کی طرف کبھی نہیں لے گیا۔" پھر حضرت معن بن اوس کے تین شعر پڑھے جن کا ترجمہ یہ ہے:

"بخدا میں نے اپنا ہاتھ کسی غلط کام
کے لئے نہیں بڑھایا اور نہ میرے پیر مجھ کو کسی

بے حیائی کے کام کی طرف لے گئے' اور نہ میرے کان و ناک کسی ایسے کام کے لئے میرے رہنما بنے' اور نہ میری رائے و عقل نے ہی مجھے اس کی راہ بھائی' اور مجھے معلوم ہے کہ مجھے زمانہ کی وہی مصیبت پہنچے گی جو مجھ سے پہلے کسی نہ کسی جوان کو پہنچ چکی ہے۔"

ولید بن عبدالملک کو اپنے اس مہمان کی یہ افتاد بڑی گراں گزری کہ چند دنوں کے اندر حضرت عروہؓ کے صاحبزادے نے بھی وفات پائی اور ان کے جسم کو بھی اتنا بڑا نقصان پہنچا' وہ اس فکر میں تھا کہ آخر کیسے ان سے تعزیت کروں' اور ان آفات پر ان کو صبر دلاؤں؟ اتفاق سے دارالخلافہ میں بنو عبس کی ایک جماعت آئی جس میں ایک آدمی کمزور نظر کا تھا' ولید نے اس سے پوچھا کہ آخر یہ کیسے ہوا؟ اس نے بتایا کہ:

"امیر المومنین! بنو عبس میں مجھ سے بڑا مالدار اور اہل و اولاد والا کوئی نہ تھا' اتفاق سے میں اپنے مال و عیال کے ساتھ اپنی قوم کے علاقے میں ایک وادی میں مقیم تھا کہ اچانک رات کو ایسا سیلاب آیا کہ ہم نے کبھی ویسا سیلاب نہیں دیکھا' وہ سب کچھ سارا مال اور سارے عیال کو بہا کر لے گیا' بس صرف ایک اونٹ بچا اور ایک نو مولود بچہ بچا' اور اونٹ بھی بڑا شوخ تھا' وہ مجھ سے رسی چھڑا کر بھاگا' میں نے بچے کو زمین پر لٹایا اور اونٹ کے پیچھے میں ذرا ہی آگے بڑھا تھا کہ بچے کی چیخ کانوں میں پڑی' مڑ کر دیکھا تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک بھیڑیا اس بچے کے سر کو منہ میں لے کر چبا رہا ہے' میں جلدی سے اس کی طرف دوڑا مگر اس بچے کو بچا نہ سکا' اس لئے کہ بھیڑیے نے اس کو ختم کر دیا تھا' اس کے بعد میں نے پھر اونٹ کا پیچھا کیا اور اس کے پاس پہنچ گیا' قریب پہنچتے ہی اس نے مجھے ایسا مارا کہ میری پیشانی پھوٹ گئی اور میری بینائی جاتی رہی' اور اس طرح ایک ہی رات میں' میں مال' اہل و عیال اور بینائی سے محروم ہو گیا۔"

ولید نے یہ قصہ سن کر کہا کہ اس شخص کو ہمارے محترم مہمان کے پاس لے جاؤ' یہ ان کو اپنا قصہ سنائے تاکہ انہیں معلوم ہو سکے کہ دنیا میں ایسے بھی لوگ ہیں جنہوں نے بڑی بڑی مصیبتوں کا سامنا کیا ہے۔

دمشق سے واپسی پر جب حضرت عروہؓ کو مدینہ پہنچایا گیا اور وہ گھر کے اندر لے جائے گئے تو گھر والوں میں پہنچتے ہی انہوں نے فرمایا:

"دیکھو میرے حالات سے ہرگز پریشان مت ہونا' اللہ نے مجھے چار بیٹے عطا کئے ہیں اور ان میں سے بس ایک کو لیا ہے اور تین کو میرے لئے چھوڑ دیا ہے' الحمد للہ! اور مجھے دو ہاتھ اور دو پیر عطا کئے اور ان چاروں میں سے بس ایک کو لیا ہے' تین الحمد للہ میرے پاس موجود ہیں' اور بخدا اس نے مجھ سے لیا کم ہے اور جو چھوڑا ہے وہ زیادہ ہے' اور اگر ایک دو مرتبہ مصیبت میں ڈال دیا ہے تو راحتوں اور عافیت میں کتنا رکھا ہے۔"

ان کے ان احوال کی خبر مدینہ منورہ پہلے ہی پہنچ چکی تھی' اہل مدینہ کو جیسے ہی معلوم ہوا کہ ان کے مقتدا و رہنما اور معلم و استاذ مدینہ پہنچ گئے ہیں تو لوگ ان کی غمخواری اور تعزیت کے لئے ان کے گھر پر ٹوٹ پڑے اور ان سے تعزیت کی۔

تعزیتی کلمات میں سب سے بہتر بات ابراہیم بن محمد بن طلحہ نے فرمائی' انہوں نے آپ کو آپ کی کنیت سے مخاطب کر کے فرمایا:

"اے ابو عبداللہ! آپ کے لئے تو خوشی و مسرت کا مقام ہے کہ آپ کا ایک عضو اور آپ کا ایک جگر گوشہ آپ سے پہلے جنت میں پہنچ چکے ہیں' اور انشاء اللہ جب ایک حصہ وہاں پہنچا ہے تو سب کا سب بھی وہاں پہنچے گا' اور اللہ نے ہمارے حق میں آپ سے وہ سب باقی رکھا ہے جس کے ہم ضرورت مند ہیں' اور اس سے ہم صرف نظر نہیں کر سکتے' اور وہ آپ کا علم' آپ کی فقاہت اور آپ کی رائے ہے۔ اللہ ہم کو اور سب کو ہی اس سے فائدہ پہنچائے' اللہ آپ کے ثواب کا ذمہ دار ہے۔"

حضرت عروہؓ تا زندگی مسلمانوں کے لئے ہدایت کے منارہ دائمی کامرانی و بامرادی کے لئے رہنما اور خیر کے داعی کی حیثیت سے رہے' اور جہاں انہوں نے عام مسلمانوں کے بچوں کی تربیت و تادیب کی فکر کی' وہاں اپنے بچوں کی تربیت و اصلاح کا بھی بڑا اہتمام فرمایا اور ان کی رہنمائی کے لئے ہر موقع کو غنیمت جانا' اور جب بھی ان کی نصیحت اور ہدایت کا کوئی موقع سامنے آیا تو اس سے فائدہ اٹھایا اور ان کو فائدہ پہنچایا۔ اس کے تحت انہوں نے اپنے بچوں کو علم کی تحصیل و طلب کی بڑی تاکید فرمائی' ان سے فرمایا کرتے تھے:

"اے میرے بچو! علم حاصل کرو' علم اور علم کا جو حق ہے اس کے مطابق اس میں لگو کہ اگر تم معاشرہ میں چھوٹے ہو گے تو اس کے طفیل بڑے شمار ہو گے۔"

پھر فرماتے:

"افسوس کیا دنیا میں کوئی چیز اس بوڑھے سے بھی بدتر ہو سکتی ہے جو جہالت

کے سمندر میں غوطے کھا رہا ہو؟"

اسی وجہ سے آپ خود بڑے اہتمام سے ان کو تعلیم دیا کرتے تھے اور ان سے کہا کرتے تھے کہ موقع ملنے پر مجھ سے پوچھتے رہا کرو، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کے صاحبزادگان کو مختلف علوم وفنون میں امتیاز عطا فرمایا تھا۔

وہ اپنے بچوں کو یہ بھی ہدایت فرمایا کرتے تھے کہ صدقہ کو اللہ تعالیٰ کے حضور میں پیش کیا جانے والا ہدیہ ونذرانہ سمجھا کرو، چنانچہ فرماتے:

"میرے بچو! اللہ تعالیٰ کو کبھی بطور نذرانہ وہ چیز نہ پیش کرو جسے تم اپنی قوم کے کسی باعزت کے سامنے پیش کرنا پسند نہ کرو۔ اس لئے کہ اللہ سب سے بڑھ کر عزت وشرف والا اور ہدایا ونذرانوں کی پیشکش کا سب سے زیادہ حقدار ہے۔"

وہ اپنے بچوں میں مردم شناسی کا جوہر پیدا کرنے کے لئے سعی ورہنمائی فرماتے تھے کہ وہ ہر ایک کو بصیرت کی نگاہوں سے جانچیں اور پرکھیں، فرمایا کرتے تھے:

"میرے بچو! جب کسی کا کوئی بھلا کام برموقع اور بارآور وسودمند دیکھو تو اس سے خیر کی امید رکھو اگرچہ انسانوں کی نگاہوں میں وہ آدمی کتنا ہی برا ہو اس لئے کہ ایسا آدمی ایک ہی کام کو اس انداز پر کرنے والا نہ ہوگا بلکہ ایسے دوسرے بہت سے کام بھی کرتا ہوگا، اور کسی کے برے کام کو بدترین حال ونتیجہ کے ساتھ دیکھو تو اس سے ہوشیار رہو اور دور رہو خواہ وہ دوسروں کی نگاہوں میں کیسا ہی اچھا ہو اس لئے کہ وہ اسی انداز کے دوسرے برے کام بھی کرتا ہوگا۔ دھیان رکھو! ایک بھلائی دوسری بھلائیوں کی راہ کھولتی ہے اور اس کی دلیل ہوتی ہے، ایسے ہی ایک برا کام دوسرے برے کاموں کی بنیاد بنتا ہے اور اس کی دلیل ہوتا ہے۔"

وہ ان کو خوش کلامی اور نرم روی اور کشادہ روئی کی بھی تاکید کیا کرتے تھے۔ فرماتے تھے کہ:

"میرے بیٹو! حکما کے کلام میں لکھا ہے کہ تیری گفتگو اچھی اور تیرا چہرہ کشادہ ہونا چاہئے کہ اس کی وجہ سے تو دوسروں کی محبت ان لوگوں سے زیادہ حاصل کرسکے گا جو ان پر مال ودولت خرچ کیا کرتے ہیں۔"

اگرچہ وہ بڑا نفیس مزاج رکھتے تھے، روزانہ غسل کے عادی تھے، بہترین لباس زیب تن فرماتے تھے اور اچھی ہیئت میں رہا کرتے تھے، خضاب بھی استعمال کرتے تھے مگر اس کے ساتھ ان کا مزاج تھا کہ جب لوگوں کو ترفہ اور تنعم وعیش پرستی کے نقشوں کی طرف مائل اور ان میں منہمک پاتے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی اور اس کی تنگی وعسرت ان کو یاد دلاتے، چنانچہ حضرت محمد بن منکدرؒ نے اسی سلسلہ میں ان سے نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ میری حضرت عروہؓ سے ملاقات ہوئی، انہوں نے میرا ہاتھ پکڑا اور فرمایا:

"میں اپنی والدہ (یعنی خالہ) حضرت عائشہؓ کے پاس گیا تو انہوں نے مجھے بلایا اور فرمایا کہ بیٹے! میں نے عرض کیا جی فرمایئے فرمایا کہ بخدا ہم پر چالیس چالیس دن اس حال میں گزر جاتے تھے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں چراغ کی صورت میں بھی آگ روشن کرنے کی نوبت نہیں آتی تھی۔ میں نے یہ سن کر عرض کیا کہ پھر آپ لوگوں کا گزر بسر کس چیز پر ہوتا تھا؟ انہوں نے فرمایا کہ بس کھجور اور پانی پر۔"

حضرت عروہؓ کی عمر ۷۱ سال ہوئی، یہ پورا عرصہ انہوں نے طاعات اور تقویٰ کے ماحول میں گزارا اور ان کی پوری زندگی طاعات سے بھرپور اور تقویٰ کے نور سے منور تھی، ان کا انتقال ۹۳ ہجری یا ۹۴ ہجری میں ہوا اور ان کی موت روزے کی حالت میں ہوئی۔ حالانکہ طبیعت بگڑنے پر گھر والوں نے روزہ توڑ دینے پر اصرار کیا، مگر انہوں نے یہ سوچ کر انکار کیا کہ روزہ دار مریں گے تو نہر کوثر کے پانی سے افطار کریں گے جو ان کو چاندی جیسے سفید اور شیشے کی طرح صاف شفاف برتنوں میں جنت کی حوروں کے ہاتھوں پیش کیا جائے گا۔

عہد تابعین کے اکابر علماً وفضلا میں حضرت عروہؓ کو یہ خصوصی امتیاز حاصل ہے کہ انہیں اپنی حاصل کردہ معلومات کو لکھنے اور جمع کرنے کا اہتمام تھا۔ اس طرح انہوں نے بہت سی کتابیں اور مجموعے تیار کر لئے تھے، اگرچہ ان کا کچھ حصہ بعد میں جلا دیا تھا، اور لکھنے کا ان کو اتنا اہتمام تھا کہ اپنے شاگردوں کو بھی املا کراکے لکھاتے تھے اور اس کے بعد مقابلہ بھی کراتے تھے، دوسرے علوم سے کمال مناسبت و مہارت کے ساتھ ساتھ آپ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات واسلامی تاریخ سے بھی بڑا شغف تھا اور ان کی معلومات میں وہ فائق سمجھے جاتے تھے، چنانچہ خلفاً وامرأ حتی کہ علماً بھی ان سے اس سلسلہ کے حالات معلوم کرتے اور وہ حسب موقع زبانی یا تحریری جواب دیا کرتے تھے۔ اسی طرح لکھنے کے باب میں ان کا سب سے ممتاز تحریری کارنامہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اور غزوات کو کتابی صورت میں جمع کرنا ہے، جس کو عہد تابعین میں اس سلسلہ کی سب سے اہم کتاب شمار کیا گیا ہے اور ہر عہد میں اس کی شہرت رہی ہے، اور لوگ اس کتاب اور اس کی معلومات کو نقل و روایت کرتے رہے ہیں۔

مسلمان عورت کہاں جارہی ہے؟

السیدہ نعمۃ

تبرج کے معنی ہیں عورت کا اپنی زینت کے اظہار' اپنی خوبصورتی کے نمود اور اپنے حسن و جمال کی نمائش میں انتہائی تکلف' مبالغہ اور اہتمام سے کام لینا' اپنے بناؤ سنگھار کا بے جا اظہار کرنا' اپنے چہرے مہرے کے نکھار اور خدوخال کی خوبیوں کا اشتہار دینا' اپنے جسم کی فتنہ خیزیوں' اپنے کپڑے' زیور اور زیب و زینت کی جگہوں کو غیر محرم مردوں کے سامنے ظاہر کرنا۔

تبرج کا لفظ اصل میں برج سے ماخوذ ہے۔ برج اونچی عمارتوں' بلند محلوں' رفیع قلعوں کی چوٹیوں اور بلند اور نمایاں ترین کنگروں کو کہتے ہیں۔ ایک متبرجہ یعنی بے پردہ اور بے حجاب اور خودنمائی کی دلدادہ عورت ہر امکانی تصنع اور تکلف کو کام میں لاتی ہے' اپنے حسن و جمال کے ایک ایک خدوخال کو ہر گھورنے والے مرد کے سامنے پیش کرتی ہے اور ہر نظارہ کرنے والے کی نگاہ کو اپنے اعلان حسن کے ذریعہ جذب کر لینا چاہتی ہے' وہ اپنے حسن عریاں اور جمال نمایاں سے لذت اندوز ہونے والی نگاہوں کو دعوت نظارہ دیتی اور ہر ناظر کو اپنی جانب لطف اندوزی کے لئے اسی طرح کھینچ لینا چاہتی ہے جس طرح ایک برج اپنی رفعت شان کا اعلان کرتا ہوا ہر دیکھنے والے کی نگاہ کو اپنی جانب ملتفت کر لیتا ہے۔

بلاشبہ تبرج عورت کے جوہر شرم و حیا سے عاری ہونے کی نمایاں دلیل ہے' کیونکہ شرم و حیا کا پاس اور عفت و عصمت کا لحاظ ہی وہ آہنی دیواریں ہیں جو عورت کی عزت و آبرو کی سب سے بڑی محافظ ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جنت کی پاکیزہ عورتوں کی تعریف و توصیف ان الفاظ میں فرمائی ہے:

"خیموں میں رکی رہنے والیاں اور نگاہیں نیچی کرنے والیاں۔" (سورۂ رحمٰن)

"تبرج" یعنی عورت کا بے پردہ ہو کر نکلنا اور اجنبی اور غیر محرم مردوں کے سامنے اپنے حسن و جمال کی نمائش کرنا اور اپنی زیب و زینت اور بناؤ سنگھار کے فتنہ خیز مقامات کو برملا مردوں کے سامنے کھولنا اور پیش کرنا عورت کی بے حیائی اور بے شرمی کی سب سے بڑی نشانی ہے۔ یہ عصمت و عفت کی طرف سے اس کی بے پروائی کی روشن شہادت ہے۔ یہ تبرج اور بے حجابی اللہ تعالیٰ کی شریعت اور اس کے دین کی کھلی توہین ہے اور شریعت اسلامی کے استخفاف کی نمایاں دلیل ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کے عتاب و غضب کو کبر و نخوت کے سبب خاطر میں نہ لانے کی بہت بڑی علامت ہے۔

ایک بدکردار فاحشہ عورت کے لئے حسن و جمال کو چھپانا بڑا دشوار ہوتا ہے' جب ایسی عورت کو اپنے حسن و جمال اور ناز و انداز سے مردوں کو گرویدہ کرنے کا موقع نہیں ملتا تو اس کے دل کو اس بات سے بڑا دکھ پہنچتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ اپنی نمائش جمالی اور نمود حسن کی راہ شوق میں اپنی عزت کی حفاظت کی طرف سے بھی بے نیاز ہو جاتی ہے اور اپنی شرافت نفس اور عزت و خودداری کی بھی پرواہ نہیں کرتی بلکہ اللہ کے عذاب تک سے نڈر اور بے خوف ہو کر احکام الٰہی کی عمداً مخالفت شروع کر دیتی ہے اور بالآخر اپنی خواہش نفسانی کی بندی بن جاتی ہے اور اپنی ہوا و ہوس کی پیروی اور پوجا شروع کر دیتی ہے:

"اس شخص سے زیادہ گمراہ اور کون ہو سکتا ہے جو اپنے ہوائے نفس کا اتباع اللہ کی ہدایت کے بدون (بغیر) کرے۔"

اس بدبخت متبرجہ اور اپنی ذات پر ظلم کرنے والی بے پردہ عورت پر اس کے عزم و یقین پر اس کی خواہش نفسانی غالب آ جاتی ہے اور اس کے جذبات کی "لذتیت" خدا ترسی' تقویٰ و طہارت کے تمام پاکیزہ داعیات کے خلاف علم بغاوت بلند کر دیتی ہے۔ اس کے دل کے اندر ناپاک خواہشات اس بری طرح نفوذ کر جاتی ہیں کہ ایمان' تقویٰ' خدا ترسی اور پاکیزگی کے تمام جوہر دب کر رہ جاتے ہیں' پھر وہ پوری قوت سے اپنے خدا سے بھی بغاوت پر آمادہ ہو جاتی ہے اور اس کے حکموں کو جان بوجھ کر ٹھکرانے لگتی ہے۔ یہ بدنصیب عورت فساق و فجار کی خوشنودی کے حصول کی طرف لپکتی ہے اور بدمعاشوں کی رضا جوئی کو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی پر ترجیح دینے لگتی ہے' یہ بدبخت عورت فاسقوں اور فاجروں کے طنز و تعریض سے مرعوب ہو جاتی ہے اور ان کے ہنسی اڑانے سے سہم جاتی ہے مگر

اللہ تعالیٰ کے غضب اور اس کے دردناک عذاب سے نہیں ڈرتی:

"وہ انسانوں سے تو ڈرتے ہیں مگر اللہ سے نہیں ڈرتے حالانکہ وہ ہر وقت ان کے ساتھ ہے۔"

جو لوگ اللہ کی ناراضی کے مقابلے میں انسانوں کی رضاجوئی کے طالب ہیں تو اللہ بھی ان سے ناراض ہو جاتا ہے اور بالآخر تمام انسان بھی اس سے ناخوش ہو جاتے ہیں۔

یہ کس قدر تعجب کی بات ہے کہ یہ بیچاری مسلمان بھی ہے، اللہ تعالیٰ کا کلام اور اس کی آیتیں بھی سنتی ہے، اللہ تعالیٰ کے تاکیدی حکموں کو بھی سمجھتی ہے جن میں سر اور سینہ کو اوڑھنی سے ڈھانکنے کی شدید تاکید ہے لیکن بایں ہمہ اسے عملاً اپنی بے پردگی پر، اپنے تبرج پر، اپنے بناؤ سنگھار کی نمود و نمائش پر اور خودنمائی پر اصرار بھی ہے، اس طرح یا اپنے مخالفانہ عمل سے اللہ کا اور اس کے دین کا اور اس کے احکام کا مذاق اڑاتی ہے، اور سب سنی ان سنی کر دیتی ہے، ایسے ہی آدمی کے لئے اللہ تعالیٰ کے دردناک عذاب کی وعید آئی ہے:

"بڑی خرابی ہے جھوٹے بہتان تراشنے والے گناہگار کے لئے کہ وہ سنتا ہے اللہ کی آیتوں کو جو اس پر تلاوت کی جاتی ہیں پھر وہ اس طرح تکبر و ضد اختیار کر لیتا ہے گویا اس نے سنی ہی نہیں، تو اے رسول! آپ اسے دردناک عذاب کی خوشخبری سنا دیجئے۔"

یہاں خوشخبری بطور طنز کہا گیا ہے۔

یہ جاہلہ کیا سمجھتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی بے وقوفی و حماقت کو، اس کی نادانی و جہالت کو، اس کی ضد اور ہٹ دھرمی کو کھلی چھٹی دے دی ہے کہ وہ اللہ کی شریعت کو توڑ مروڑ کر جس طرح چاہے اپنی خواہش نفسانی کے مطابق ڈھال لے، وہ خدا کے جس حکم پر چاہے عمل کرے اور اس کے جس حکم کو چاہے رد کر دے اور نافرمانی اور خلاف ورزی کرے گویا اسلامی شریعت نہیں ہے بلکہ کپڑوں اور کھانوں کی کوئی دکان ہے یا بازار ہے کہ جو چیز اس کی اپنی پسند کے مطابق ہو اسے اختیار کرے اور جو چیز اس کی اپنی پسند اور طبع نازک کے خلاف ہو اسے رد کر دے۔ کیا عورت کے کانوں تک اللہ تعالیٰ کی تہدید اور اس کی وعید نہیں پہنچی؟ اور کیا اللہ تعالیٰ نے ایسے بدنصیبوں کی جو سرزنش فرمائی اس کی خبر اس کو نہیں ملی؟

"کیا تم کتاب کے بعض حصہ کو مانتے ہو اور بعض حصہ سے انکار کرتے ہو، پس تم میں سے جو کوئی ایسا کرتا ہے، اس کی سزا کیا ہے؟ بجز دنیا کی زندگی میں رسوائی کے اور قیامت کے دن تو یہ سخت ترین عذاب میں بھی ڈالے جائیں گے، اور اللہ تعالیٰ ان تمام اعمال سے جو وہ کرتے ہیں بے خبر نہیں ہے۔"

اللہ تعالیٰ نے اپنی شریعت کو اور اپنے قوانین کو ان بدبخت لوگوں کی خواہش نفس کے تابع ہرگز نہیں کیا ہے:

"اگر حق ان کی خواہش کا اتباع کرنے لگے تو بلاشبہ یہ آسمان و زمین اور جو کچھ ان میں ہیں سب تباہ و برباد ہو جائیں۔"

اللہ تعالیٰ نے مردوں اور عورتوں دونوں کے لئے اپنے رسول، اپنی کتاب، اپنی شریعت اور خود اپنی ربوبیت پر ایمان و یقین کی علامت ہی یہ قرار دی ہے کہ انسان اپنی شخصی خواہش اور ذاتی پسند کو ان کے مقابلہ میں ترجیح نہ دے، اگر وہ ایسا کرے گا تو سخت گناہگار اور کھلی ہوئی گمراہی میں جا پڑے گا:

"کسی مومن اور کسی مومنہ کے لئے جائز نہیں کہ جس معاملہ کے متعلق اللہ اور اللہ کے رسول فیصلہ کر دیں، اس میں وہ اپنے اختیار کو استعمال کرے، اور جس نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی تو وہ کھلی گمراہی میں جا پڑا۔"

خواتین اسلام و زاعمات اسلام! مسلمان بیبیو اور مسلمان لیڈرانیو! تم نے پردہ کی بابت اور عورتوں کے وقار و حشمت اور حجاب کے متعلق اللہ تعالیٰ کی آیتیں سن لیں؟ اگر نہیں سنی ہیں یا سن تو لی ہیں مگر سمجھیں نہیں کیونکہ تم ان سے بے پروائی اور غفلت برتتی رہی ہو تو آؤ میں اس وقت چند آیات تمہارے سامنے ذکر کرتی ہوں اگر ایک مسلمان خاتون کی طرح اس دنیا میں زندگی بسر کرنا چاہتی ہو تو ان آیتوں کو دل کے کانوں سے سنو:

"اور ایمان والیوں سے کہہ دو کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں، اور اپنے اندیشہ کی جگہوں کی حفاظت کریں، اور اپنی زینت کا اظہار نہ کریں مگر جو ناگزیر طور پر ظاہر ہو جائے، اور اپنی اوڑھنیوں کے اپنے گریبانوں پر بکل مار لیا کریں، اور نہ ظاہر کریں اپنی زینت مگر اپنے شوہروں کے سامنے یا اپنے باپوں کے سامنے یا اپنے شوہروں کے باپوں کے سامنے یا اپنے بیٹوں کے سامنے یا اپنے شوہروں کے بیٹوں کے سامنے یا اپنے بھائیوں کے سامنے یا اپنے بھتیجوں کے سامنے یا اپنے بھانجوں کے سامنے یا اپنے میل جول کی عورتوں کے سامنے (یعنی جو بدراہ نہ ہوں) یا اپنے ہاتھ

کے مال کے سامنے (یعنی غلاموں کے سامنے) یا اپنے ملازموں کے سامنے جو عورت کی ضرورت کی حدود سے گزر چکے ہوں یا ان لڑکوں کے سامنے جو ہنوز عورتوں کے بھیدوں سے آشنا نہ ہوئے ہوں اور اپنے پاؤں زمین پر مار کر نہ چلیں کہ ان کی چھپی ہوئی زینت ظاہر ہو اور تم سب مل کر (عورت' مرد) اے ایمان والو! توبہ کرو (اللہ کی طرف متوجہ ہو) تا کہ تم فلاح پاؤ۔" (سورۂ نور)

اے بیبیو! خبردار ہو جاؤ اور اللہ تعالیٰ کے اس فرمان: "اپنی زینت اور سنگھار کی نمائش نہ کرتی پھریں" پر اچھی طرح غور کرو؟ اللہ تعالیٰ نے عورت کی زینت کو عورت کے اعضا میں سے کسی ایک عضو کے ساتھ مخصوص و متعین نہیں فرمایا ہے اور نہ اس نے اس سلسلے میں اس کے لباس اور کپڑوں میں سے کسی ایک قسم کے کپڑے کے ساتھ کوئی قید نہ تخصیص و تعیین فرمائی ہے' کیوں؟ اس لئے کہ یہ بات تم پر بخوبی واضح ہو جائے کہ عورت کا ہر عضو زینت کا حامل ہے' اس کا ہر عضو ایک "جہان فتنہ" سمیٹے ہوئے ہے' بنا بریں ایک باعصمت مسلم خاتون اور عفیفہ اور حیا دار مومنہ وہی ہے جو شرم و حیا اور دین کی پابندی کو کما حقہ پورا کرے اور عفت و عصمت کے تمام لوازم کا اچھی طرح خیال رکھے' اور اللہ تعالیٰ کے احکام اور اس کی ہدایتوں کی تعمیل کرے اور اس کے غضب و عتاب سے ڈرے۔

اے مسلمان بی بی! ذرا اللہ کے اس حکم پر غائر نگاہ ڈالنا: "اور اپنی اوڑھنیوں کے اپنے گریبانوں پر بکل مار لیا کریں اور اپنی زینت اور سنگھار کی نمائش نہ کرتی پھریں"۔ ہاں دیکھنا! اللہ تعالیٰ کا علم ہر چیز کو محیط ہے' اللہ تعالیٰ اس بات سے بھی خوب باخبر تھا کہ آخر زمانہ بے حیائی میں مسلمان عورتیں اپنے دوپٹے اس طرح بل دے کر اوڑھیں گی کہ اس کا ایک حصہ شانہ کے دائیں جانب لٹکا ہوا ہوگا اور اس کا دوسرا حصہ بائیں جانب پڑا ہوگا' اور وہ اپنے دوپٹہ کو کسی خوشنما زیور (کلپ) سے آراستہ کر کے دیدہ زیب بنائیں گی۔ اپنے گیسوئے تابدار کی لٹوں کو چمکتی ہوئی لوح جبیں پر بکھیر کر (چشمہ خورشید میں نہیں بلکہ) مردوں کے کلیجہ پر سانپ لہرائیں گی' اپنے دوپٹوں کو دائرہ کے شکل دے کر اپنے چہرۂ روشن کے گرد ہالہ ڈالیں گی اور اس طرح اپنے دوپٹے سے بھی (جو پردہ پوشی اور زینت کو چھپانے کے لئے تھا) اپنے چہروں کے حسن و جمال کو چار چاند لگائیں گی اور ان ہی دوپٹوں سے دیکھنے والوں کے جذبات کے خوابیدہ فتنے جگائیں گی۔ اس طرح ان کا دوپٹہ بھی ناظرین کے لئے مستقل فتنہ بن جائے گا اور بجائے اس کے کہ وہ ان کی زینت کو چھپائے اور پردہ پوشی کے کام آئے اس سے اس کے برعکس خود فتنہ کو دعوت دینے کی غرض پوری کی جائے گی' اور طرفہ تماشا یہ کہ اس کے باوجود یہ مسلمان عورت اس خوش فہمی میں مبتلا رہے گی کہ اس نے اللہ تعالیٰ کے حکم کی اطاعت کر لی' اور اوڑھنی اوڑھنے کے متعلق اللہ تعالیٰ کے فرمان کی تعمیل کر دی۔

اے خاتون اسلام! تو اچھی طرح ذہن نشین کر لے کہ جو بات تیرے دل کی گہرائیوں میں پوشیدہ ہے اللہ کو اس کا خوب علم ہے' یہ ذوق خود نمائی اور حسن و جمال کی نمود و نمائش کا شوق اور یہ تبرج و بے حجابی اور بے شرمی و بے حیائی کا روگ جو تیرے دل کو لگ گیا ہے اللہ کو اس کی پوری پوری واقفیت ہے' تیرے دل کا چور اور تیرے نفس کا حیلہ فریب اللہ سے چھپا ہوا نہیں ہے' تیری یہ ناپاک خواہش کہ غیر مردوں کی حریص نگاہوں کے سامنے تو بن سنور کر آئے اور حسین و جمیل ظاہر ہو اور تیری ناپاک کوشش کہ ہر گھورنے والے مرد کی نگاہ ہوس میں تو کھپ جائے اور اپنے ناز و ادا اور عشوہ اور غمزہ سے مردوں کے دلوں پر فتح پائے' خواہ یہ تیرے دوپٹہ کے خوش ادائی کے ساتھ اوڑھنے سے ہی کیوں نہ حاصل ہو تو خوب سمجھ لے کہ اللہ تعالیٰ سے کچھ بھی پوشیدہ نہیں ہے۔

اے خاتون! تجھے معلوم ہونا چاہئے کہ تیری یہ فتنہ پرور ادا اور دلکش انداز سے دوپٹہ اوڑھنا بھی تبرج ہے اور بے حجابی اور بے حیائی ہی میں داخل ہے۔ اس گناہ پر اللہ تعالیٰ تجھ سے آخرت میں یقیناً مواخذہ فرمائے گا اور تجھے سخت سزا دے گا' یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے قول: "اور ڈال لیں اپنی اوڑھنی اپنے گریبانوں پر" کے فوراً بعد ہی "اپنی زینت اور سنگھار کی نمائش نہ کرتی پھریں" کی قید لگا دی ہے اور صاف وضاحت فرما دی ہے کہ صرف دوپٹہ یا اوڑھنی ایک ایسی بے حیا اور آزاد مزاج آوارہ خاتون کے لئے کافی نہیں جو اپنی زیب و زینت' آرائش و زیبائش' بناؤ سنگھار اور حسن و جمال کی نمود و نمائش کی حریص ہو' اور ہاں اے بی بی! ذرا اللہ کے اس قول پر بھی نظر رہے کہ: "زمین پر اپنے پاؤں نہ مارتی پھریں تا کہ وہ زینت اور زیور جو پوشیدہ ہیں وہ بج کر روشناس ہو جائیں" معلوم ہونا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے ان تمام دواعی اور محرکات سے منع فرمایا ہے جو غیر مردوں کی نگاہوں کو عورت کی زینت مستور اور چھپے ہوئے سنگھار کی طرف مائل کرنے والی ہوں' اور یہ صرف زمین پر پاؤں مار کر نہ چلنے پر منحصر نہیں ہے بلکہ اس ممانعت کے اندر عورت کا تیز خوشبو لگا کر باہر نکلنا اور اسی قسم کی تمام وہ دوسری باتیں بھی شامل ہیں جن سے عورت کی خود نمائی' نمود حسن اور ظہور جمال میں اضافہ ہوتا ہے' اور ہاں ذرا اللہ کے اس قول: "تم بات میں لوچ اور لگاوٹ کا انداز نہ پیدا ہونے دو کہ جس کے دل میں

روگ ہے وہ کوئی غلط قسم کی امید (طمع) باندھ بیٹھے‘‘ پر بھی غور کرنا اور نگاہ تدبر سے کام لینا۔

بیبیو! خبردار رہنا کہ تبرج‘ خودنمائی اور بے حجابی کا تعلق صرف لباس ہی سے نہیں ہے بلکہ اس کا تعلق عورت کی آواز سے بھی ہے‘ کسی شریف مسلمان بی بی کو اپنی آواز اور لہجہ میں لوچ اور نزاکت‘ گفتگو میں لگاوٹ اور گھلاوٹ‘ اپنے کلام میں شیرینی‘ موسیقیت و جاذبیت اور دلکشی نہ پیدا کرنی چاہئے اور میٹھے رسیلے بول منہ سے اس طرح نہ نکالنے چاہئیں کہ دل کے چور کا شبہ ہو جو مرد کے دل کے روگ کو بڑھائے اور اس کے نفس میں کوئی غلط قسم کی خواہش یا طمع پیدا کرے‘ تمہارا لب و لہجہ تمہارے نفس کی کسی ناجائز خواہش یا بری نیت کا غماز نہ ہو کیونکہ زبان دل کی ترجمان ہے اور کلام مضمون قلب کا عنوان ہے۔

اے بیبیو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد پیش نگاہ رہے: ’’جب عورت عطر میں بسی ہوئی گھر سے باہر نکلتی ہے تو بلاشبہ وہ زانیہ ہوتی ہے۔‘‘

اے عقل والیو! سوچو اور اللہ تعالیٰ کی آیات اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ارشادات پر غور کرو اور ان کے اندر اسلامی آداب کی‘ حکمت و موعظت کی اور تزکیہ نفس اور پاکیزگی اخلاق کی جو تعلیمات ہیں اور گناہوں اور اخلاقی گندگیوں سے پاک و صاف رہنے کی جو ہدایات ہیں ان پر نگاہ تدبر ڈالو اور ان شدید احتیاطوں کو اور ان تاکیدی کلمات کو ملحوظ خاطر رکھو جو تمہارے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائے ہیں‘ اور ہر اس بات سے دور رہنے کی تاکید کی ہے جو تمہارے قدموں میں لغزش پیدا کرنے کی موجب ہو‘ یا اسلامی نظام اور اخلاق و معاشرت کو درہم برہم اور متزلزل کرنے کی دعوت دیتی ہو اس حرص و طمع سے بڑھ کر اور کون سی حرص و طمع ہو سکتی ہے؟ جس کے متعلق خود اللہ تعالیٰ مسلمان عورت کو یہ حکم دیتا ہے اور فرماتا ہے کہ نہ تو کوئی بوالہوس مرد کسی پاک دامن عورت کی آرائش جمال سے اپنی حریص آنکھ سینکنے پائے اور نہ کسی عفیفہ کی رسیلی‘ مترنم اور شیریں آواز کسی غیر محرم مرد کے لئے فردوس گوش بننے پائے‘ اور نہ کسی اجنبی مرد کے مشام جاں کو عفیفہ عورت کے گیسوئے عنبریں کی عطر بیز لپٹیں معطر کر کے اسے از خود رفتہ بنانے پائیں‘ اور نہ کسی پاک دامن کی مخملی زینتوں اور اس کے زیوروں سے مرصع مستور جسم کا تصور تک کسی غیر محرم کے حاشیہ خیال میں آنے پائے‘ یہ تمام احتیاطی تدابیر اسلام نے اس لئے خاص طور سے ملحوظ رکھیں کہ وہ ہر شریف عورت کی عفت و عصمت کو اپنے نظام اخلاق کے مضبوط قلعہ میں اور عفیفہ عورت کی ناموس کو اپنے نظام معاشرت کی مستحکم پناہ گاہ میں بالکل محفوظ و مامون کر دے اور فساق و فجار کی نگاہوں سے دور رکھے یعنی ان کی نظر کے تیروں کی آماجگاہ نہ بننے دے۔

اگر لوگ اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے اس نظام اخلاق اور صراط مستقیم پر پھر سے جادہ پیما ہو جائیں تو یقیناً اس منزل حقیقت تک ان کی رسائی ہو جائے گی کہ اللہ تعالیٰ نے جس جس چیز کو حرام اور ممنوع قرار دیا ہے بلاشبہ اس میں مردوں اور عورتوں دونوں کے لئے سخت مضرتیں اور شدید نقصانات ہیں‘ اور اللہ تعالیٰ نے جس کام کے کرنے کا حکم دیا ہے اس میں افراد اور جماعت (سوسائٹی) دونوں کے لئے فوائد‘ بھلائیاں اور خیر و فلاح مضمر ہیں۔ اللہ علیم و خبیر ہے اس لئے اس نے چاہا کہ ہمیں تمام ضرر رساں چیزوں سے محفوظ رکھے اور اپنی آیات کریمہ اور نصائح حکیمہ سے ہماری سیرت و اخلاق کی تربیت و تعمیر کرتا رہے اور ہمارے لئے پاکیزہ زندگی اور حیات طیبہ کے اسباب مہیا فرمائے اور ہمیں ایک ایسی خوشگوار اور صاف ستھری زندگی عطا فرمائے جس میں ہر قسم کی دنیوی بدنصیبی اور اخروی بدبختی کا فور ہو‘ جو عسرت و تنگدستی کی زحمت سے دور ہو اور جو دنیا و آخرت کی تمام کامرانیوں اور کمال خوش بختیوں سے معمور ہو‘ بیشک اللہ بڑا شفقت والا اور بڑا رحم کرنے والا ہے۔ واللہ رؤف الرحیم۔

عورت کا بناؤ سنگھار کر کے اپنی نمائش کرتے پھرنا‘ اس کا زیب و زینت کے ساتھ آراستہ و پیراستہ ہو کر بے محابا مردوں کے سامنے آنا اور اپنی آرائش جمال اور زیبائش حسن کی غیر مردوں کے سامنے نمود و نمائش کرنا بڑی ہی شر انگیز بدی اور انتہائی فتنہ خیز برائی ہے‘ یہی مردوں کے نفوس کے اندر حیوانی شہوات کے فتنہ خوابیدہ کو جگاتی ہے‘ ان کی خواہش نفس کی چھپی ہوئی چھوٹی سی چنگاری کو ہوا دے کر اسے شعلہ جوالہ بنا دیتی ہے۔ عورت کے حسن عریاں اور اس کے جمال آشکارا کی مثال ان لذیذ‘ خوش ذائقہ‘ خوشبودار اور خوش رنگ کھانوں کے کھلے ہوئے دلکش خوانوں کی سی ہے جو بھوکے آدمیوں کے سامنے پیش کر دیئے جائیں۔ ظاہر ہے کہ ان کی رنگینی دیکھ کر اور ان کی خوشبو کو سونگھ کر انسان کی سوئی ہوئی بھوک بھی جاگ اٹھے گی اور کھانے کی خواہش بھی بھڑک اٹھے گی۔ بری نگاہ نفسانی جذبات کی جلتی آگ پر تیل کا کام کرتی ہے۔ آنکھیں اور دوسرے حواس خمسہ ہمارے نفس کے سامنے جن چیزوں کو خوشنما اور دلکش بنا کر پیش کرتے ہیں‘ ہمارا نفس بھی ان ہی چیزوں کا خواہش مند ہوتا ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے پہلے مسلمان مردوں کو یہ حکم دیا ہے کہ ’’وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں‘‘ اس کے بعد اپنا یہ حکم ارشاد فرمایا: ’’اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرتے رہیں۔‘‘ اسی طرح مسلمان عورتوں کو پہلے یہ حکم دیا کہ ’’وہ بھی اپنی نگاہیں نیچی رکھیں‘‘ اور اسی کے فوراً بعد یہ حکم دیا کہ ’’وہ اپنے

باقی صفحہ 21 پر

اللہ والوں کی نظر

علی اصغر

کوئی اندازہ کر سکتا ہے اس کے زور بازو کا
نگاہ مرد مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

اللہ والوں کو اگر کسی پر غصہ آ جائے یا کوئی ناگوار واقعہ پیش آ جائے تو وہ بددعا نہیں کرتے' اور نہ ہی انتقام لیتے ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ ان لوگوں کو ہدایت نصیب ہو۔

حضرت سلطان ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ اپنے درویشی کے زمانہ میں ایک بار کسی جہاز پر سوار ہوئے' اس جہاز میں ایک امیر آدمی بھی سوار تھا جس کے مسخرے اسے خوش کرنے کے لئے روزانہ نقلیں کیا کرتے تھے' ایک روز انہوں نے درخواست کی کہ اگر کوئی غریب آدمی مل جائے تو اس کو دھول دھپا کرتے ہوئے نقلیں کریں تا کہ لطف زیادہ ہو۔ چنانچہ حضرت ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ کو فقیر سمجھ کر امیر آدمی کے سامنے لے گئے' اب کوئی دھول لگا رہا ہے' کوئی پکڑ کر گھسیٹ رہا ہے اور یہ اس طرح خاموش ہیں گویا کوئی احساس ہی نہیں ہو رہا ہے۔ جب کافی دیر ہو گئی تو غیرت الٰہی کو جوش آ گیا حضرت ابراہیم کو الہام ہوا کہ:

''اے ابراہیم! ان کی گستاخی حد سے بڑھ گئی ہے' کہو تو سب کو غرق کر دیں؟

آپ نے عرض کیا: اے اللہ! غرق کرنے کی بجائے ان کو آنکھیں ہی دے دیجئے اور ان خرافات سے نکال لیجئے۔''

سبحان اللہ! یہ سنت کی تابعداری ہے کہ جنگ احد میں جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دندان مبارک شہید ہوا تو آپؐ نے اللہ پاک سے درخواست کی کہ:

''اے اللہ! میری قوم کو ہدایت دیجئے کہ نہیں جانتے۔''

حضرت ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنے محبوب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی پیروی کی۔

اللہ کے ایسے ہی عاشق لوگ قیامت کے دن نور کے منبروں پر بیٹھے ہوں گے اور ان کو کچھ فکر نہ ہو گی۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ ''ان کی اس حالت پر انبیاء علیہم السلام بھی رشک کریں گے تاہم یہ حضرات انبیاء علیہم السلام کے درجے کو نہیں پہنچ سکتے۔

حضرت مولانا محمد اسمٰعیل شہیدؒ بہت تیز مزاج مشہور تھے۔ ایک شخص آپ کو آزمانے کے لئے آیا' آپ اس وقت ایک مجمع عام میں تشریف رکھتے تھے' اس نے پکار کر کہا کہ: ''مولانا! میں نے سنا ہے کہ آپ حلال کی پیدائش نہیں ہیں۔'' حضرت مولانا محمد اسمٰعیل شہیدؒ کے اندر یہ سن کر ذرا سا بھی غصہ پیدا نہ ہوا اور آپ نے ہنس کر فرمایا: ''آپ سے کسی نے غلط روایت کی ہے' میرے ماں باپ کے نکاح کے گواہ تو اب تک موجود ہیں۔''

حضرت مولانا احمد علی محدث سہارنپوریؒ حدیث شریف کا درس دے رہے تھے۔ ایک شخص نے سامنے آ کر آپ کو گالیاں دینی شروع کر دیں۔ شاگرد بگڑنے لگے اور چاہا کہ اس کی خبر لیں' لیکن آپ نے منع فرمایا کہ جو کچھ کہتا ہے سب تو غلط نہیں ہے' کچھ تو صحیح ہے' ایسی باتیں یاد رکھنے اور ان پر غور کرنے سے تکبر پیدا نہیں ہوتا' بزرگوں کے کمالات یاد کرنے سے اپنی وقعت کا اندازہ ہو جاتا ہے اور یہ تکبر دور کرنے کا بہترین طریقہ ہے۔

اس کے برعکس ہماری حالت یہ ہے کہ ہماری نظر صرف اپنے نیک اعمال ہی پر رہتی ہے' اس لئے خود کو نیک اور بزرگ سمجھتے ہیں اور اپنے عیبوں پر نگاہ جاتی ہی نہیں' جبکہ دوسروں کے صرف عیب ہی نظر آتے ہیں' اس لئے ان کو رذیل اور فاسق سمجھتے ہیں اور ان کے نیک اعمال پر بھی نظر نہیں کرتے اس لئے انہیں حقیر سمجھتے ہیں' بہت سے لوگوں کو آپ نے دیکھا ہو گا کہ نماز پڑھتے ہیں' تسبیح پھراتے ہیں اور اپنے آپ کو مقدس سمجھتے ہیں' اور حقوق العباد ضائع کرتے ہیں' دھوکہ سے دوسروں کا مال ہتھیا لیتے ہیں' اور اس پر بھی دوسروں کو حقیر جانتے ہیں' حالانکہ جیسے نماز ترک کرنا حرام ہے' اسی طرح حقوق العباد کا ادا نہ کرنا بھی حرام ہے' اور دوسروں کو حقیر جاننا اور ریاکاری کرنا بھی حرام ہے' ایسے لوگ اپنی ریاکاری کی وجہ سے پکڑے جائیں گے' اور وہ گناہگار جن کو یہ حقیر سمجھتے تھے' توبہ کی بدولت نجات پائیں گے۔

کہتے ہیں کہ ایک بزرگ کسی کے ہاں مہمان

ہوئے۔ میزبان نے خادم سے کہا کہ اس صراحی میں سے پانی لاؤ جو ہم دوسرے حج میں لائے تھے۔ مہمان بزرگ نے میزبان سے کہا کہ آپ نے ایک بات کہہ کر اپنے دونوں حج غارت کر دیے۔ (میزبان نے جس طرح اپنے حج کو ظاہر کیا تھا اسے ریا کہتے ہیں۔)

حضرت سفیان ثوریؒ اور ایک محدث ایک رات کسی جگہ جمع ہوئے اور آپس میں یہ بات طے کر لی کہ ایک دوسرے کو اپنی اپنی احادیث سنائیں، چنانچہ ساری رات احادیث سنانے میں گزر گئی، صبح کو اس محدث نے سفیان ثوریؒ سے کہا: الحمدللہ! آج کی رات تو ہماری اطاعت میں گزری۔

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اگر اس رات کا مواخذہ نہ ہو تو غنیمت ہے، کیونکہ میری ساری کوشش یہ تھی کہ آپ کو ایسی احادیث سناؤں جو آپ نے نہ سنی ہوں، اور آپ کی کوشش یہ تھی کہ ایسی حدیثیں بیان کریں جو میرے کان میں نہ پڑی ہوں، پس ہم دونوں کا مقصد صرف اپنے علم کا اظہار تھا۔ یہ سن کر دونوں رونے لگے اور اللہ پاک سے دعا کی: اللھم اغفرلنا (اے اللہ ہمیں بخش دے)۔

اس کے برعکس ہم اپنے آپ کو ٹٹولتے نہیں، اگر غور و فکر کریں تو خود بخود محسوس ہو جائے گا کہ ہمارے اندر کون کون سی بلائیں بھری ہوئی ہیں، ہم لوگ کھلم کھلا ریاکاری میں مشغول ہیں لیکن ہمیں اپنا یہ عیب نظر نہیں آتا اس لئے دوسروں کی عیب جوئی میں لگے رہتے ہیں، بزرگ لوگ زمانے کی آفات کو دوسروں کے گناہوں کا نتیجہ نہیں کہتے بلکہ اسے اپنے گناہوں کی شامت کہتے ہیں۔

حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ سے لوگوں نے عرض کیا کہ حضرت بارش نہیں ہوئی، جس کی وجہ سے قحط سالی ہو گئی ہے، آپ دعا کریں کہ بارش ہو جائے، آپ نے فرمایا: ''میرے گناہوں کی وجہ سے بارش نہیں ہوتی، مجھ کو مصر سے نکال دو۔''

اسی طرح بزرگوں کو جب بھی گمان ہوا تو یہی ہوا کہ ہمارے اعمال کی وجہ سے یہ مصیبت زمانے پر آئی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بہت سے لوگ ایسے ہیں جن کے بال پراگندہ ہیں، اگر کسی کے دروازہ پر جائیں تو انہیں دھکے دیے جائیں، اگر کسی کی سفارش کریں تو قبول نہ کی جائے، مگر اللہ کے نزدیک ان کی اتنی قدر اور وقعت ہے کہ اگر وہ اللہ کے بھروسے پر قسم کھا لیں، تو خدا انہیں ضرور سچا کر دے۔

جب خدا کے یہاں ان حضرات کی بات مانی جاتی ہے تو مخلوق کیونکر نہ مانے گی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں ایک بار مصر کا دریائے نیل خشک ہو گیا۔ مصر کے گورنر حضرت عمرو بن العاصؓ نے حضرت عمرؓ کو لکھا کہ دریائے نیل خشک ہو گیا ہے اور یہاں (مصر میں) رواج یہ ہے کہ ایک حسین و جمیل لڑکی کو زیور پہنا کر دریا میں ڈال دیتے ہیں اور دریا جاری ہو جاتا ہے۔ (یہ تصرف شیطانی تھا)۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ واقعہ سن کر ایک رقعہ دریائے نیل کے نام لکھا جس میں اس کو مخاطب کر کے لکھا:

''اے نیل! اگر تو خدا کے حکم سے
جاری ہوتا ہے تو جاری رہ، اور اگر تو خود
جاری ہوتا ہے تو ہم کو تیری حاجت نہیں۔''

جب یہ رقعہ دریا میں ڈالا گیا، تو پانی جاری ہو گیا اور اس کے بعد سے یہ دریا اس مقام پر پھر کبھی خشک نہیں ہوا۔

اللہ کے نیک اور بزرگ بندے بیمار بھی ہوتے ہیں، ان پر مقدمے بھی ہوتے ہیں، انہیں فاقہ بھی ہوتا ہے، لیکن وہ پریشان نہیں ہوتے کیونکہ وہ اپنی خواہش کو اللہ کی خواہش کے تابع کر دیتے ہیں، اپنی مرضی چھوڑ دیتے ہیں اور اللہ کی مرضی کی اطاعت کرتے ہیں، اگر بزرگ کے یہ معنی ہوں کہ کوئی دنیاوی تکلیف نہ ہو تو ساری دنیا تسبیحیں لے کر بیٹھ جاتی، لیکن یہ تو انبیاء کرام علیہم السلام کے ساتھ بھی نہیں ہوا کہ ان پر دنیاوی تکلیف یا جسمانی بیماری نہ آئی ہو، فرعون کو ساری عمر سر درد نہیں ہوا تھا تو یہ کوئی بزرگی اور کاملیت کی نشانی تو نہیں ہے، دنیا دار اپنی خواہش کی وجہ سے ہر تکلیف پر شور مچاتے ہیں اور ہائے ہائے کرتے ہیں لیکن اہل اللہ کو ہر حالت میں سکون اور اطمینان ہوتا ہے۔

بہلول دانا نے ایک بار کسی بزرگ سے ان کا حال پوچھا تو انہوں نے کہا: ''کیا پوچھتے ہو اس شخص کے مزاج کو کہ کوئی واقعہ دنیا کا جس کی خواہش کے خلاف نہ ہوتا ہے، ہماری وہ شان ہے کہ ہر بات ہمارے چاہنے کے موافق ہوتی ہے۔'' بہلول نے عرض کیا: حضرت یہ بات تو سمجھ نہیں آتی۔ فرمایا: بڑی آسان بات ہے، دنیا میں جو کچھ ہوتا ہے وہ خدا کی خواہش کے خلاف تو نہیں ہوتا، پس جس نے اپنی خواہش کو خدا کی خواہش میں فنا کر دیا ہو (یعنی جیسے اللہ چاہے اس پر راضی ہو) تو جب کوئی واقعہ خدا کی خواہش کے خلاف نہیں تو پھر اس بندہ کی خواہش کے خلاف بھی نہیں ہوتا۔

☆☆............☆☆

اسلامی طرز معیشت کے رہنما اصول

مولانا محمد عاشق الٰہیؒ

جب اللہ تعالیٰ شانہ نے دنیا میں انسان کو بھیجا تو وہ اپنی ضروریات اور حاجات لے کر آیا۔ یہ حاجات اور ضروریات اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمائیں اور پھر ان حاجات کو پورا کرنے کے لئے اسباب بھی پیدا فرمائے۔ عموماً یہ حاجات مال کے ذریعہ پوری ہوتی ہیں' قرآن مجید میں مال کے بارے میں "جعل الله لکم فیها قیاما" فرمایا ہے اور اسراف اور تبذیر یعنی فضول خرچی سے سختی سے منع فرمایا ہے' سورۂ اعراف میں فرمایا:

"کھاؤ اور پیو اور اسراف نہ کرو' بلاشبہ اللہ اسراف کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔" (سورۂ اعراف)

ان آیتوں سے مال کی اہمیت اور ضرورت معلوم ہوئی اور حدیث شریف میں مال ضائع کرنے سے منع فرمایا ہے جو لوگ مال کی قدر نہیں کرتے اور حلال مال فضول خرچیوں میں اڑا دیتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ ہم دین دار ہیں وہ غلطی پر ہیں' جو حلال مال میراث میں ملا یا بطور ہبہ کسی نے دیا یا خود کمایا ہوا سے سوچ سمجھ کر صحیح مواقع پر خرچ کیا جائے' حلال مال کمانے اور اپنے نفس اور ماں باپ اور بیوی بچوں پر خرچ کرنے کی بڑی فضیلت ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حلال کا طلب کرنا (نماز روزہ وغیرہ) کے فریضے کے بعد فرض ہے' ظاہر ہے کہ جو چیز فرض ہوگی اس میں ثواب بھی ہوگا۔ شریعت اسلامیہ میں حرام مال کمانے کی ممانعت ہے' حلال کمانے کی ترغیب ہے اور حرام طریقوں کی نشاندہی کردی گئی ہے کہ ان کے ذریعے مال نہ کمائیں' پھر جو مال کمایا جائے اسے گناہوں میں نہ لگائیں' اور حقوق اللہ اور حقوق العباد کی رعایت کریں' اگر حلال مال کے لئے کوشش کی جائے تو ضرور ملتا ہے' واجبی ضرورت کے لئے حلال ملازمت یا چھوٹا موٹا کاروبار تقریباً ہر جگہ میسر ہوتا ہے' زیادہ مال کی طلب میں سیٹھ بننے اور بینک بیلنس زیادہ کرنے کے لئے حرام طریقوں سے کمانے کی ضرورت محسوس ہوتی ہے' اور زیادہ مال کا طالب ہی عموماً گناہوں کے ذریعے مال کماتا ہے' اور اس کے لئے اپنے خیال میں اپنے کو مجبور پاتا ہے' اور یہ اپنی خود ساختہ مجبوری ہوتی ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بلاشبہ جبرئیل امین نے میرے دل میں یہ بات پھونک دی ہے کہ بلاشبہ کسی جان کو اس وقت تک موت نہ آئے گی جب تک اپنا رزق پورا نہ کرلے' خبردار! اللہ سے ڈرو اور (رزق) طلب کرنے میں خوبی کو اختیار کرو' اور رزق کا دیر میں ملنا تمہیں اس بات پر آمادہ نہ کردے کہ اللہ کی نافرمانیوں کے ذریعے طلب کرو' کیونکہ جو کچھ اللہ کے پاس ہے (اجر و ثواب اور برکت) وہ صرف اللہ کی فرمانبرداری کے ذریعہ حاصل ہوسکتا ہے۔

(مشکوٰۃ المصابیح از شرح السنۃ والبیہقی فی الشعب)

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص کا (مجلس نبویؐ کے قریب سے) گزر ہوا' جس کا جسم دبلا پتلا تھا اس کو دیکھ کر حاضرین نے کہا کہ کاش! یہ جسم اللہ کی راہ میں (یعنی جہاد میں) دبلا ہوتا' یہ سن کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شاید وہ اپنے بوڑھے ماں باپ پر محنت کرتا ہو' (اور ان کی خدمت میں لگنے اور ان کے لئے روزی کمانے کی وجہ سے دبلا ہوگیا ہو) اگر ایسا ہے تو فی سبیل اللہ ہے (پھر فرمایا کہ شاید وہ چھوٹے بچوں پر محنت کرتا ہو یعنی ان کی خدمت اور پرورش اور ان کے لئے رزق مہیا کرنے میں دبلا ہوگیا ہو) اگر ایسا ہے تو فی سبیل اللہ ہے۔ پھر فرمایا کہ شاید وہ اپنے نفس پر محنت کرتا ہو (اور اپنی جان کے لئے محنت کرکے روزی کماتا ہو) تاکہ اپنے نفس کو لوگوں سے بے نیاز کردے (اور مخلوق سے سوال نہ کرنا پڑے) اگر ایسا ہے تو وہ فی سبیل اللہ ہے۔ (درمنثور ج اص ۱۷۳ از بیہقی)

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ فرماتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں ارشاد فرمایا کہ تم جو بھی خرچ اللہ کی رضا کے لئے کرو گے تو اس کا تمہیں ثواب دیا جائے گا' یہاں تک کہ اپنی بیوی کے منہ میں دینے کے لئے لقمہ اٹھاؤ گے تو اس کا ثواب ملے گا۔ (رواہ البخاری)

حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب ثواب سمجھتے ہوئے کوئی مسلمان آدمی اپنے گھر والوں پر خرچ کرتا ہے تو یہ بھی اس کے لئے صدقہ ہے یعنی اس میں بھی ثواب ہے۔ (رواہ البخاری ومسلم)

اور ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ جو دینار تو اپنے گھروں پر خرچ کرے وہ ثواب میں سب سے بڑھ کر

ہے۔(رواہ مسلم)

ان روایات سے معلوم ہوا کہ حلال مال مسلمان کے لئے ایک بہت بڑی نعمت ہے' اور اس کو خود اپنی جان پر اور ماں باپ اور اہل و عیال پر خرچ کرنا بھی بڑے ثواب کی بات ہے۔ مال حرام کے ذریعہ نہ کمائے' جو بھی پیشہ اختیار کرے اس کے احکام اور مسائل معلوم کرکے اس میں مشغول ہو اور برابر مسائل معلوم کرتا رہے تاکہ غیر شرعی طریقے پر مال کمانے کے گناہ میں مبتلا نہ ہوجائے۔

اللہ تعالیٰ شانہ نے تکوینی طور پر ایسی صورت پیدا فرمائی ہے کہ حاجات پوری ہوتی ہیں ایک شخص نے اپنی حاجت پوری کرنے کے لئے کپڑے کا کارخانہ لگایا' دوسرا شخص جوتے بناتا ہے' تیسرا باغ لگاتا ہے' چوتھا کھیتی باڑی کرتا ہے' کوئی ملازمت کا پیشہ اختیار کرتا ہے اور اسی کو اپنے لئے مناسب جانتا ہے اور کوئی شخص تجارت کی طرف راغب ہوتا ہے' پھر تجارت کرنے والے بھی مختلف اشیاء کی تجارت کرتے ہیں' اس طرح سے ایک کی ضرورت دوسرے کے عمل سے پوری ہوتی ہے۔ کپڑا بیچنے والا جوتا خریدتا ہے اور جوتا بیچنے والا کپڑا خریدتا ہے' اسی طرح سے حاجات پوری ہونے کا ایک سلسلہ جاری ہے۔

عموماً کسب مال کے لئے دنیا میں چار طریقے رائج ہیں: (۱) تجارت' (۲) زراعت (جس میں شجرکاری بھی داخل ہے)' (۳) ملازمت' (۴) صنعت۔ ان چاروں طریقوں میں تجارت کو زیادہ اہمیت حاصل ہے۔ تھوڑا سا مال لے کر بیٹھو تو شدہ شدہ بڑی تجارت ہوجاتی ہے' اور اپنے ہاتھ کی دستکاری سے جو حاصل کیا جائے وہ بھی بہت مبارک ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ کون سا کسب افضل ہے؟ آپؐ نے فرمایا کہ انسان کا اپنے ہاتھ سے عمل کرنا (یعنی ضرورت کی چیزیں بنانا) اور ہر وہ بیع جو مبرور ہو۔ (رواہ الطبرانی فی الاوسط کما فی الترغیب ۲/۵۲۴)

نیز حضرت مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل فرمایا کہ کسی شخص نے اس کھانے سے بہتر کوئی کھانا نہیں کھایا جو اس کے اپنے ہاتھ کے عمل سے ہو' اور بلاشبہ اللہ کے نبی داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھ کے عمل سے حاصل کیا ہوا رزق کھاتے تھے۔ (رواہ البخاری)

حضرت داؤد علیہ السلام لوہے کی زرہیں بنایا کرتے تھے اور انہیں فروخت فرماتے تھے۔

تجارت جو تحصیل مال کا ایک بہت بڑا ذریعہ ہے شریعت اسلامیہ میں اس کے بھی احکام ہیں' بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ روزی کمانے میں کوئی قانون نہیں' جیسے چاہیں کمالیں' یہ جہالت کی بات ہے' قرآن مجید میں ارشاد ہے:

"اور اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال قرار دیا اور سود کو حرام قرار دیا۔"

اس میں ہر اس بیع اور ہر اس معاملہ کو حرام قرار دے دیا گیا جو سودی طریقہ کار پر مشتمل ہو۔ نیز قمار یعنی جوئے کے طریقے پر جو کوئی معاملہ کیا جائے اس کو بھی حرام قرار دے دیا گیا' جیسا کہ سورۂ بقرہ میں فرمایا: "شراب اور جوئے میں جو گناہ ہے وہ ان کے نفع سے بڑا ہے"۔ اس لئے بتادیا گیا ہے کہ کسی چیز کا نفع مند ہونا اس بات کی دلیل نہیں کہ وہ حلال ہو' بہت سے لوگ صرف نفع کو دیکھتے ہیں اور حلال و حرام ہونے کی بحثوں میں نہیں پڑتے' یہ ایمان کی شان کے بالکل مخالف ہے۔ سورۂ نساء میں ارشاد ہے:

"اے ایمان والو! آپس میں ایک دوسرے کے مالوں کو ناحق طریقے سے نہ کھاؤ' مگر یہ کہ کوئی تجارت آپس کی رضامندی سے ہو' اور مت قتل کرو اپنی جانوں کو' بے شک اللہ تم پر بڑا مہربان ہے۔"

اس آیت کریمہ میں اول تو یہ ارشاد فرمایا کہ آپس میں ایک دوسرے کا مال باطل طریقے پر نہ کھاؤ۔ صاحب معالم التنزیل جلد اول صفحہ ۴۱۳ پر لکھتے ہیں:

"یعنی" باطل" سے مراد یہ ہے کہ حرام طریقے پر ایک دوسرے کا مال نہ کھاؤ مثلاً سود لے کر' جوئے بازی کے طریقے سے چھین کر' چوری کرکے' خیانت کرکے اور اسی طرح کے دوسرے غیر شرعی طریقوں سے ایک دوسرے کا مال نہ کھاؤ' اور بعض حضرات نے فرمایا ہے کہ اس سے عقود فاسدہ مراد ہے۔"

یعنی خرید فروخت اور اجارہ وغیرہ کے طریقے جو شرعاً فاسد ہیں' ان کے ذریعہ ایک دوسرے کا مال حاصل نہ کرو۔ لفظ "باطل" بہت عام ہے۔ مال حاصل کرنے کا ہر وہ طریقہ جو شرعاً جائز نہ ہو وہ سب باطل کے عموم میں داخل ہے۔

"آپس کی رضامندی" کی جو قید لگائی گئی ہے اس کے ذریعہ سے یہ بتایا گیا ہے کہ تجارت کے ذریعہ بھی وہ مال حاصل کرنا حلال ہے جو آپس کی رضامندی سے ہو۔ خریدار یا صاحب مال دونوں کسی معاملہ پر راضی ہوجائیں اور یہ رضامندی خوش دلی سے ہو تو لین دین جائز ہے' کسی فریق کو خریدنے یا بیچنے پر مجبور نہ کیا جائے۔ بعض لوگ ایسا کرتے ہیں کہ کسی کی چیز اٹھا کر چل دیتے ہیں' یہ غصب یا لوٹ مار ہے' اور بعض لوگ صاحب مال کو کچھ پیسے دے کر مال لے کر چل دیتے ہیں۔ اول تو وہ بیچنے والا اس پر راضی نہیں ہوتا اور اگر راضی ہوجائے تو یہ لوگ اسے اتنی قیمت نہیں دیتے جس پر وہ خوش دلی سے راضی ہو۔ زبردستی کسی کی چیز لے لینا یا اپنے پاس سے خود قیمت تجویز کرکے دے دینا جبکہ صاحب مال راضی نہ ہو یہ سب حرام ہے' جس تجارت سے حلال مال حاصل کیا جائے اس کے چند اصول ہیں۔ تجارت میں ان اصولوں کا دھیان رکھنا ضروری ہے:

پہلا اصول:...... معاملہ سود اور قمار یعنی جوئے کے طریقے پر نہ ہو۔

دوسرا اصول:...... جو چیزیں شرعاً حرام ہیں ان

کی خرید وفروخت نہ ہو۔

تیسرا اصول:...... جو چیز گناہ ہی کے لئے تیار کی گئی ہو اس کی بھی خرید وفروخت نہ ہو۔

چوتھا اصول: ...... گاہک سے جھوٹ نہ بولا جائے اور اس کے ساتھ کسی قسم کا دھوکہ نہ دیا جائے۔

پانچواں اصول:...... مال عیب چھپا کر نہ بیچا جائے۔

چھٹا اصول:...... کوئی شریک ایک دوسرے کی خیانت نہ کرے۔

ساتواں اصول:...... جو مال اپنے پاس موجود نہ ہو اس کی بیع نہ کی جائے (اس میں یہ بھی داخل ہے کہ مال باہر سے آرہا ہے اس کو پہنچنے سے پہلے ہی بیچ دیا یا شکار کرنے سے پہلے پرندے کی یا مچھلی کی بیع کی جائے یا جو بچہ جانور کے پیٹ میں ہو اس کو بیچ دیا جائے یا باغ میں پھل آنے سے پہلے پھل بیچ دیا جائے)۔

آٹھواں اصول:...... کوئی مجبور حال اپنی چیز بیچنے لگے تو مجبوری کی وجہ سے اسے نہ دبایا جائے بلکہ اسے اس کی اصل قیمت دی جائے۔

نواں اصول:...... ایک بیع کو دوسری بیع کے ساتھ مشروط نہ کرے۔ مثلاً یوں نہ کہے کہ میں اپنا مال اس شرط پر بیچتا ہوں کہ تم اپنا مال میرے ہاتھ اتنے پیسوں میں بیچو۔

دسواں اصول:...... بیع میں قرض کی شرط نہ لگائی جائے مثلاً یوں نہ کہے کہ میں اس شرط پر مال بیچتا ہوں کہ تم مجھے اتنی رقم قرض دے دو۔

گیارہواں اصول...... بیع دونوں طرف کی (یعنی خریدار اور فروخت کنندہ کی) رضامندی سے ہو۔

یہ بعض ضروری اصول ہم نے لکھ دیئے ہیں، ان کے علاوہ خرید وفروخت کے سلسلہ میں اور بھی بہت سی ہدایات اور تنبیہات ہیں جو احادیث شریفہ میں وارد ہوئی ہیں۔

☆☆..............☆☆

مرزا غلام احمد کو مبارک عورتوں کے ملنے کی پیش گوئی؟

افسوس کہ مرزا صاحب کے نکاح میں کوئی مبارک خاتون نہ آئی

حافظ محمد اقبال رنگونی

مرزا غلام احمد قادیانی کی پہلی بیوی حرمت بی بی مرزا فضل احمد کی ماں تھی جسے مرزا صاحب کی دوسری بیوی کے بیٹے "پھیجے دی ماں" کہا کرتے تھے۔ مرزا غلام احمد نے بے رغبتی کی بنا پر اس سے اپنے تعلقات ختم کر دیئے تھے۔

مرزا غلام احمد کی دوسری بیوی نصرت جہاں بیگم تھی، جس سے مرزا بشیر الدین، مرزا بشیر احمد وغیرہم پیدا ہوئے۔ لیکن مرزا صاحب کا جی اس بیوی سے بھی نہ بھرا تو اس نے اعلان کیا کہ: "اسے خدا نے بتایا ہے کہ تیرے ہاں بہت سی مبارک عورتیں آنے والی ہیں جس سے تیری نسل بڑھے گی اور اس سے تیری ذریت میں اضافہ ہوگا۔"

مرزا غلام احمد کی پیش گوئی دیکھئے:

"خدائے کریم نے مجھے بشارت دے کر کہا کہ تیرا گھر برکت سے بھرے گا اور میں اپنی نعمتیں تجھ پر پوری کروں گا اور خواتین مبارکہ سے جن میں سے تو بعض کو ان کے بعد پائے گا تیری نسل بہت ہوگی اور میں تیری ذریت کو بہت بڑھاؤں گا اور برکت دوں گا۔" (تذکرہ ص:۱۲۵)

مرزا غلام احمد نے یہ پیش گوئی ۱۸۸۶ء میں کی تھی، اسے امید تھی کہ جس وقت وہ مجدد کے مقام پر بیٹھے گا تو عورتیں اس سے نکاح کے لئے بے تاب ہوں گی، جب وہ مسیح موعود کا مقام پائے گا تو والدین اپنی بیٹیوں کو اس کے پاس لے کر آئیں گے اور اس سے نکاح کی درخواست کریں گے، اور پھر جب وہ نبوت کا مدعی بن جائے گا تو پھر تو مبارک خواتین کی ایک لمبی قطار ہوگی جو اس کا فیض پانے کے لئے دن رات تڑپیں گی، اور پھر وہ اپنی اس پیش گوئی کو سنائے گا اور ان میں سے مبارک خواتین کا انتخاب کرے گا

لیکن مرزا غلام احمد کی یہ امید دھری کی دھری رہ گئی، یہ بعض مبارک خواتین جو کہیں سے آنے والی تھیں وہ نہ آئیں، نہ اس کی نسل بڑھی، نہ اس نے ان عورتوں کو کوئی فیض پہنچایا اور نہ ہی کوئی مبارک عورت اس سے فیض لینے کے لئے تڑپی۔

قادیانی مبلغین کہتے ہیں کہ مرزا صاحب کی اس سے مراد محمدی بیگم ہے، لیکن وہ یہ نہیں سوچتے کہ محمدی بیگم کا مسئلہ تو اس کے دو سال بعد شروع ہوا۔ اس لئے اس پیش گوئی کو محمدی بیگم کی پیش گوئی سے ملانا جھوٹ ہے، پھر وہ یہ بھی نہیں سوچتے کہ محمدی بیگم آخر تک مرزا صاحب کے نکاح میں نہیں آئی۔ قادیانی مبلغین اس پر بھی غور نہیں کرتے کہ کیا اکیلی محمدی بیگم خواتین مبارکہ ہو سکتی ہے؟ سو مرزا غلام احمد کی یہ پیش گوئی بھی غلط ثابت ہوئی اور کوئی خاتون مبارکہ اس کے ہاں نہ آسکی۔ ہاں یہ بات الگ ہے کہ جس طرح مرزا صاحب پوتے کو پانچواں بیٹا بتا کر پیش گوئی کا پورا ہونا کہہ سکتے ہیں تو وہ اپنی بہوؤں کو خواتین مبارکہ میں کیوں شامل نہیں کر سکتے؟ کیا مرزا بشیر الدین اور مرزا بشیر احمد کی بیویاں مرزا صاحب کی

باقی صفحہ 21 پر

رومی فلسفی کے تین سوال

کہتے ہیں کہ جو علم کہ راہ حق کی نشاندہی نہ کرے وہ علم نہیں بلکہ جہالت ہے۔ آج کل ہمارے معاشرے میں بعض عقلی باتوں کو پڑھ لینے اور انسان کے تخلیق کردہ بعض نظریات کو مان لینے کا نام علم رکھ دیا گیا ہے' جبکہ علم حقیقی وہ ہے جو حق تعالیٰ شانہ نے انبیا کرام علیہم السلام پر نازل فرمایا اور اس کے ذریعہ حق تعالیٰ شانہ نے انسانوں کی رہنمائی فرمائی۔ اس سے ہٹ کر حاصل کیا گیا علم کس طرح انسان کو گمراہ کرتا ہے اور علوم نبوت کس طرح انسان کی رہنمائی کرتے ہیں' ملاحظہ فرمایئے:

مولانا محمد اسمٰعیل عارفی

اس نے بڑی محنت سے علوم وفنون حاصل کئے' راتوں کو جاگ کر کتابیں پڑھیں' سارا سارا دن اہل علم وہنر کی مجلس میں حاضر ہوکر اکتساب علم کیا حتی کہ ہر علم میں اسے مہارت تامہ حاصل ہوگئی اور ہر فن میں اسے ید طولیٰ حاصل ہوگئی' زمانے کے اہل عقل وخرد اور ارباب فکر ودانش اس کی علمی عظمت کا اعتراف کرنے پر مجبور ہوگئے' وہ جس کسی سے سوال کرتا اسے لاجواب کردیتا اور اس سے جو بھی سوال کیا جاتا اس کا دنداں شکن جواب دیتا' غرضیکہ اس کی وسعت مطالعہ' تبحر علمی' قوت مشاہدہ' طاقت مناظرہ اور طلاقت کلام کے سامنے کسی کو دم مارنے کی مجال نہ تھی مگر اس میں ایک بڑی خرابی تھی اور وہ یہ کہ اس کا علم وحی الٰہی کے نور کامل اور اس کے افکار معارف نبوت کے اثرات سے خالی تھے' بالآخر وہی ہوا جو ہونا تھا' اس کا علم اس کے لئے باعث جہالت بن گیا' فکر ونظر ذریعہ ضلالت ٹھہری' بدنصیبی کی انتہا ہوئی کہ جس ذات نے اسے علم کے ذریعے سب پر فضیلت ومہارت بخشی تھی وہ اس کے وجود کا ہی قائل نہ رہا' اس کے دل ودماغ میں طرح طرح کے سوال گردش کرنے لگے' خدا کون ہے؟' خدا کیا ہے؟ خدا کہاں ہے؟ خدا کیسا ہے؟' خدا سے پہلے کون تھا؟ وغیرہ وغیرہ' وہ دور دور تک عقل وخرد کے تیز رفتار گھوڑے دوڑاتا مگر سب تھک ہار کر ناکام واپس لوٹ آتے اور اسے اپنے کسی سوال کا جواب نہ ملتا ہائے اس بے بسی پر کیا' کیا جائے:

فلسفی کو بحث کے اندر خدا ملتا نہیں
ڈور سلجھا رہا ہے اور سرا ملتا نہیں

جب اسے اپنے سوالوں کا معقول جواب نہ ملا تو اسے اور زیادہ یقین ہوگیا کہ اس کائنات کا کوئی خالق نہیں' یہ محض اتفاق سے وجود میں آئی' اور اسی طرح چل رہی ہے' اور اسی طرح فنا ہوجائے گی' گویا اس نے اپنی جہالت کو علم بناڈالا' جہالت در جہالت' اور اس کے بعد پھر ہدایت کہاں۔

خاصے طویل عرصہ تک وہ اسی ذہنی کشمکش و فکری تذبذب میں بری طرح مبتلا رہا' وقت گزرتا گیا' اس کی زندگی میں مختلف نشیب وفراز آئے' وہ سلطان روم کے دربار میں بہت اہم عہدے پر فائز ہوگیا' پھر ایک مرتبہ اس کا بغداد جانا ہوا' موقع دیکھ کر وہ مسلمانوں کے خلیفہ کے دربار میں جا پہنچا۔ اس نے دیکھا کہ مجلس گرم ہے' ہر فن کے بڑے بڑے عبقری فاضل موجود ہیں' علمی لطائف ومسائل کا سلسلہ جاری ہے' جب اس نے یہ دیکھا تو پہلے تو اپنے علم وفضل' دانائی وہمہ دانی کے تین چار بڑے بڑے قصیدے پڑھے اور پھر نہایت ہی طمطراق سے دعویٰ کرتے ہوئے خلیفہ سے کہا کہ: ''میرے پاس ایسے تین سوال ہیں کہ آپ کی پوری سلطنت کے تمام علماء جمع ہوکر بھی ان کا جواب نہیں دے سکتے۔''

خلیفہ اس کے اس دعویٰ کو سن کر بہت حیران ہوا' پھر خلیفہ نے تمام علماء کو متوجہ کیا بلکہ اعلان کرادیا اور دیگر اہل علم کو بھی جمع ہونے کا تاکیدی حکم دیا۔ بڑے بڑے علمائے کرام' ائمہ کبار' فقہائے عظام' دربار میں جمع ہوگئے' اس نے اپنے لئے ایک بلند منبر رکھوایا اور اس پر جلوہ افروز ہوکر حاضرین سے خطاب کرتے ہوئے علی الترتیب اپنے تین سوال پیش کئے:

۱:......خدا سے پہلے کون تھا؟
۲:......خدا تعالیٰ کا رخ کدھر ہے؟
۳:......اس وقت خدا تعالیٰ کیا کررہا ہے؟

واقعی سوالات بظاہر پریشان کن تھے' شاید ان کو پڑھ کر ایک بار تو آپ بھی چکرا گئے ہوں گے کیونکہ ان سوالوں کا نقلی جواب پھر بھی آسان ہے مگر اسے تو عقلی جواب چاہئے تھا کیونکہ اس کے پاس عقل کے سوا کچھ نہیں تھا' وحی کا تو وہ قائل ہی نہیں تھا' بلکہ اس کی عقل بھی فکری آلودگی سے محفوظ نہیں تھی' معاملہ پیچیدہ تھا' مجمع پر سکوت طاری تھا' سب جواب کی سوچ میں تھے' اتنے میں ایک بندۂ خدا بڑی متانت ووقار کے ساتھ آگے بڑھا اور کہنے لگا:

حضور والا! آپ نے منبر پر جلوہ افروز ہو کر اپنے مشکل ترین سوالات بیان فرمائے ہیں تو مجھے بھی ان کے جوابات منبر پر بیٹھ کر دینے کی اجازت دی جائے تا کہ سب حاضرین آسانی سے سن سکیں لہٰذا آپ منبر سے نیچے اتر آئیں وہ دانشور بڑی عجلت کے ساتھ منبر سے نیچے اترا کیونکہ وہ اپنے سوالوں کا جواب سننے کے لئے بے تاب تھا کیونکہ اس کے نزدیک تو ان سوالوں کا کوئی جواب تھا ہی نہیں جو دیا جاتا وہ تو دراصل مسلمانوں کو شرمندہ کرنا چاہتا تھا مگر مسلمانوں کے رب کو یہ منظور نہ تھا اتنے میں وہ صاحب منبر پر تشریف لے گئے اور اسے خطاب کر کے کہا کہ اب ذرا نمبروار اپنے سوال دہراتے جاؤ اور ہر ایک کا جواب سنتے جاؤ۔

رومی دانشور نے پہلا سوال دہرایا کہ یہ بتاؤ خدا سے پہلے کون تھا؟ ان صاحب نے جواب دیا کہ ذرا گنتی شمار کرو رومی نے گنتی شمار کرنا شروع کی جب وہ دس تک پہنچا تو انہوں نے کہا کہ اب ذرا دس سے پیچھے کی طرف الٹی گنتی شروع کرو رومی نے دس سے نو، نو سے آٹھ، سات تا ایک گنتی کی انہوں نے کہا کہ ایک سے پہلے بھی گنو؟ رومی دانشور نے کہا کہ ایک سے پہلے تو کوئی گنتی نہیں ہے ایک سے پہلے کچھ نہیں ہے انہوں نے مسکرا کر فرمایا جب ایک واحد مجازی لفظ سے پہلے کوئی چیز متحقق نہیں ہو سکتی تو پھر واحد حقیقی ذاتی معنوی سے پہلے کوئی چیز کیسے ثابت اور موجود ہو سکتی ہے؟ خدا بھی ایک ہے اور اس سے پہلے کچھ نہیں ہے۔

ترجمہ: ”وہی اول ہے وہی آخر ہے وہی ظاہر ہے وہی باطن ہے اور وہ ہر چیز سے باخبر ہے۔“ (القرآن)

رومی دانشور نے دوسرا سوال دہرایا کہ یہ بتاؤ کہ خدا کا رخ کدھر ہے؟ انہوں نے ایک شمع روشن کی اور کہا کہ بتاؤ اس کا رخ کدھر ہے؟ رومی دانشور نے کہا کہ اس کا رخ متعین نہیں کیا جا سکتا اس کی روشنی ہر طرف موجود ہے بظاہر اس کا رخ سب کی طرف ہے انہوں نے کہا کہ یہ شمع مخلوق ہے مگر اس کے رخ کے تعین سے آپ جیسے دانشور عاجز ہیں تو خالق کے رخ کو متعین کرنے میں بے چارے عاجز بندوں کو کیا دخل ہو سکتا ہے؟ بہر حال خدا تعالیٰ کا رخ ہر طرف ہے اس کی رحمت جہاں میں ہر سو پھیلی ہوئی ہے۔

ترجمہ: ”تم جدھر رخ کرو ادھر خدا کی ذات ہے۔“ (القرآن)

رومی دانشور نے تیسرا سوال دہرایا کہ یہ بتاؤ کہ اس وقت خدا تعالیٰ کیا کر رہا ہے؟ انہوں نے کہا کہ اس وقت خدا تعالیٰ نے تجھے منبر سے اتار دیا ہے اور مجھے منبر پر بیٹھنے کی سعادت وعزت عطا فرمائی ہے۔

ترجمہ: ”تو جسے چاہتا ہے عزت دیتا ہے جسے چاہتا ہے ذلیل کر دیتا ہے تیرے ہاتھ میں بھلائی ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔“ (القرآن)

اللہ اللہ ہے اس کی ہر آن نئی شان ہے۔ جتنے تصرفات اس عالم میں ہو رہے ہیں ان سب کا مصدر وہی رب العلمین ہے۔

یہ جوابات اس رومی فلسفی کے تینوں سوالات کے لئے کافی وشافی تھے۔ اگر آپ مجھ سے دریافت کریں کہ یہ بندۂ خدا جس نے اس رومی دانشور کے سوالات کے جواب دیئے کون تھا؟ تو میں نہایت وثوق سے تاریخی شہادت کے ساتھ کہوں گا کہ یہ امام اعظم ابوحنیفہؒ تھے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔

☆☆..........☆☆

بقیہ: مسلمان عورت

اندیشہ کی جگہوں کی حفاظت کریں اور اپنے حدود ستر کی نگہداشت کا پورا پورا اہتمام رکھیں۔“ اس کے معنی یہ ہوئے کہ انسان کی نگاہ ہی بدکاری میں پہل کرتی ہے اسی لئے مسلمان مردوں اور عورتوں کو نظر کو آزاد چھوڑنے اور نگاہ کی چوری سے بچنے کی تاکید فرمائی گئی ہے اور آنکھوں کو بے محابا آزاد چھوڑنا اور نگاہوں کو شتر بے مہار کی طرح بے باک رکھنا جرم اور خیانت قرار دیا گیا ہے اور اس سے تاکیداً روکا گیا ہے کہ ان ہی باتوں سے مرد اور عورت دونوں کی نفسانی خواہشیں اثر پذیر ہوتی ہیں۔ اسی لئے ایک عفیف پاک باز اور خدا ترس مسلمان مرد کے لئے لازم ہے کہ وہ اپنی بیباک وعصب نگاہ میں شرم و حیا کی لگام ڈالے اور اپنے رہوار چشم کو عفت و پاکیزگی کی باگ ڈور پہنائے تا کہ ان تمام محرکات ودواعی سے نجات حاصل کرے جو اس کے قدموں میں لغزش پیدا کرنے والی ہوں اور اس کے جذبات کو برانگیختہ کرنے والی ہوں کیونکہ شہوت اسی وقت جاگتی ہے جب اسے جگایا جائے اور جنسی بھوک اسی وقت بھڑکتی ہے جب اسے دعوت نظارہ دے کر بھڑکایا جائے۔

باقی آئندہ

بقیہ: پیش گوئی

نظر میں مبارک خواتین نہیں تھیں؟ جب کسی پیش گوئی کے غلط ہونے پر اس کی تاویل کرنا قادیانیوں کے ہاں کوئی عیب نہیں ہے تو اس پیش گوئی کی بھی تاویل کر لیجئے تا کہ مرزا صاحب کو جھوٹا ہونے سے بچایا جا سکے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

مرزا غلام احمد قادیانی کی پیش گوئی جو جھوٹی نکلی

پانچویں لڑکے، حلیم و یحییٰ کی پیدائش کی پیش گوئی

حافظ محمد اقبال رنگونی

جنوری ۱۹۰۳ء میں مرزا غلام احمد قادیانی کی بیوی حمل کے آخری دنوں سے گزر رہی تھی۔ اس اثنا میں مرزا غلام احمد قادیانی نے اعلان کیا کہ اسے خدا نے خبر دی ہے کہ اس حمل سے لڑکا ہوگا اور یہ پانچواں لڑکا ہوگا۔ مرزا صاحب ان دنوں مواہب الرحمٰن لکھ رہے تھے اس میں انہوں نے خدا کا یہ الہام بھی لکھ دیا تاکہ آئندہ آنے والی قادیانی قوم کے لئے کچھ عبرت کا سامان ہو جائے۔ مرزا غلام احمد نے اس بشارت پر اپنی کتاب ختم کی اور کہا کہ خدا نے اسے میری سچائی کا ایک نشان بنایا ہے:

"الحمد لله الذی وهب لی
علی الکبر اربعة من البنین وانجز
وعده من الاحسان وبشرنی بخامس
فی حین من الاحیان وهذه کلها
آیات من ربی یا اهل العدوان۔"

مرزا غلام احمد نے اس کا فارسی میں یہ ترجمہ بھی لکھا:

"حمد خدارا کہ مرا در حالت کلاں سالی
چار فرزند موافق وعدہ خود بداد و بشارت بہ پسر
پنجم نیز داد و ایں ہمہ نشان ہا از رب من اند۔"

(مواہب الرحمٰن ص ۱۳۹ روحانی خزائن ج ۱۹ ص ۳۶۰)

مرزا غلام احمد نے پیش گوئی کی کہ اسے خدا نے خبر دی ہے کہ اس حمل سے لڑکا پیدا ہوگا اور یہ پانچواں لڑکا ہوگا' لیکن خدا کی طرف منسوب کیا ہوا اس کا یہ دعویٰ غلط ثابت ہوا' اس حمل سے لڑکی پیدا ہوئی اور وہ بھی چند ماہ بعد فوت ہوگئی۔ مرزا غلام احمد کو اس سے بہت ذلت و رسوائی ہوئی' ابھی اس واقعہ کو سال بھی نہ گزرا تھا کہ مرزا صاحب کی بیوی پھر حاملہ ہوئی' مرزا غلام احمد کو یقین تھا کہ اس حمل سے لڑکا پیدا ہوگا' اس نے خدا سے منسوب کر کے یہ الہام شائع کر دیا: "شوخ و شنگ لڑکا پیدا ہوگا" (تذکرہ ص ۵۱۵)

"ایک ماہ بعد (۲۴/ جون ۱۹۰۴ء)
کو شوخ و شنگ لڑکے کے بجائے پھر لڑکی
پیدا ہوئی' جس کا نام امة الحفیظ رکھا گیا۔"

(حقیقة الوحی ص: ۲۱۸)

اس سے ایک بار پھر مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے پیروکاروں کو ذلیل ہونا پڑا۔ اس کے بعد بہت سے قادیانیوں نے مرزا غلام احمد سے درخواست کی کہ اگر کچھ عرصہ کے لئے اس لڑکے کی پیدائش والی پیش گوئی کا قصہ ختم کر دیں تو زیادہ مناسب ہے' بار بار یہ پیش گوئی غلط ثابت ہو رہی ہے' تین سال تک مرزا غلام احمد نے خاموشی اختیار کی لیکن پھر اس سے رہا نہ گیا تو اس نے اعلان کیا کہ: اسے خدا نے ایک حلیم اور بردبار لڑکے کی بشارت دی ہے یہ مبارک احمد (جو فوت ہو گیا تھا) کی شکل و صورت پر ہوگا اور اس کا نام خدا نے یحییٰ رکھ دیا ہے' مرزا صاحب نے ۱۶/ ستمبر ۱۹۰۷ء کو یہ الہام سنایا:

"انا نبشرك بغلام حليم ينزل
منزل المبارك۔"

"ہم تجھے ایک حلیم لڑکے کی خوشخبری
دیتے ہیں' وہ مبارک احمد کی شبیہ ہوگا۔"

(تذکرہ ص: ۷۳۳)

پھر نومبر ۱۹۰۷ء کا ایک ہفتہ گزرا تھا کہ مرزا صاحب نے خدا پر بہتان باندھ کر عوام کو یہ جھوٹی خبر سنائی کہ:

"ساهب لك غلاما زكيا انا
نبشرك بغلام اسمه يحيىٰ۔"

"میں ایک پاک اور پاکیزہ لڑکے
کی خوشخبری دیتا ہوں' میں تجھے ایک لڑکے
کی خوشخبری دیتا ہوں' جس کا نام یحییٰ ہے۔"

(تذکرہ ص ۷۳۸)

اس کے بعد مرزا صاحب تقریباً چھ ماہ زندہ رہے' نہ ان کی بیوی حاملہ ہوئی' نہ ان کے ہاں کوئی حلیم صاحب آئے اور نہ یحییٰ صاحب نے جنم لیا' مرزا صاحب اس حلیم کا انتظار کرتے رہے اور مرتے وقت بھی اپنی پیشانی پر جھوٹی پیش گوئی کی ذلت کا داغ لے کر مرے' قادیانی جماعت لاہور کے مناظر اختر حسین گیلانی کا اعتراف ملاحظہ ہو' موصوف لکھتے ہیں:

"یہ بیٹا حضرت کی وفات تک پیدا
نہ ہوا۔" (مباحثہ راولپنڈی ص ۳۲)

نوٹ:...... مرزا صاحب نے ۱۹۰۳ء میں جس پانچویں لڑکے کی پیش گوئی کی تھی وہ آخر تک پوری نہ ہوئی' ۱۹۰۶ء میں مرزا غلام احمد کے بیٹے مرزا محمود کے ہاں لڑکا پیدا ہوا' مرزا صاحب کی رگ پیش گوئی پھر پھڑکی اور انہیں یاد آیا کہ تین سال قبل انہوں نے ایک پیش گوئی کی تھی جو غلط نکلی تھی لیکن اب اسے اس لڑکے پر فٹ کر کے پیش گوئی پوری کی جا سکتی ہے' چنانچہ مرزا صاحب کو بقول ان کے خدا نے بتایا کہ پانچویں لڑکے کی پیش گوئی کو اپنے پوتے پر فٹ کر دو' چنانچہ مرزا صاحب نے لکھا:

"قریباً تین ماہ کا عرصہ گزرا کہ
میرے لڑکے محمود احمد کے گھر لڑکا پیدا ہوا
جس کا نام نصیر الدین احمد رکھا گیا' سو پیش
گوئی ساڑھے چار برس بعد پوری ہوئی۔"

(حقیقة الوحی ص ۲۱۹ روحانی خزائن ج ۲۲)

اب آپ ہی بتائیں کہ مرزا غلام احمد کی پیش گوئی کو کسی صورت بھی پورا ہونا تسلیم کیا جا سکتا ہے؟ مرزا صاحب کو بقول ان کے خدا نے پانچویں لڑکے کی بشارت دی اور مرزا صاحب کے ہاں لڑکی پیدا ہوئی اور اب ساڑھے چار سال بعد پوتا پیدا ہوا تو انہوں نے یہ بشارت اس پر چسپاں کر دی' کیا یہ کھلا جھوٹ نہیں ہے؟ سو مرزا غلام احمد قادیانی کی یہ پیش گوئی غلط اور جھوٹی ثابت ہوئی اور مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے پیروکاروں کو ایک بار پھر سب کے سامنے رسوا ہونا پڑا۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

گناہ ......روح وجسم کے نقصان کا ذریعہ

مولانا مسیح اللہؒ

گناہ کی حقیقت:

گناہ کے معنی نافرمانی کرنا اور حکم نہ ماننا ہے' جس کام میں اللہ تعالیٰ کے احکام کی نافرمانی ہوتی ہو' اسے گناہ کہا جاتا ہے۔ گناہ کرنا بہت سخت بات ہے اللہ تعالیٰ کا غضب اور عذاب گناہ کی وجہ سے ہوتا ہے' ہر قسم کے گناہ سے بچنا چاہئے خواہ چھوٹا گناہ ہو یا بڑا۔

گناہوں کی قسمیں:

جب آپ کو گناہ کی حقیقت معلوم ہوگئی کہ ہر گناہ میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی مخالفت ہے اور یہ مخالفت کتنی ہی کم ہو وہ بھی سخت اور بڑا گناہ ہے اس لئے اس کو صغیرہ نہیں کہہ سکتے' جیسے آگ کی چنگاری' خواہ وہ بڑی ہو یا چھوٹی' چھپر کے جلانے کے لئے دونوں کافی ہیں' ایسے ہی انسان کو اخروی نقصان پہنچانے کے لئے دونوں برابر ہیں۔ پھر جو یہ مشہور ہے کہ گناہ کی دو قسمیں ہیں کہ بعض صغیرہ' اور بعض کبیرہ' یہ محض اضافی ہے کہ بعض گناہ بمقابلہ دوسرے گناہ کے صغیرہ یعنی چھوٹا ہوتا ہے۔ بعض علماء کا یہی قول ہے' اور جمہور علماء کا مذہب یہ ہے کہ گناہ بعض صغیرہ ہیں اور بعض کبیرہ' کیونکہ اس پر سب کا اتفاق ہے کہ بعض گناہ تو ایسے ہیں کہ ان کے کرنے والے کو فاسق' مردود الشہادت سمجھا جاتا ہے اور بعض ایسے ہیں کہ ان کے کرنے والے کو فاسق نہیں سمجھا جاتا اور نہ اس کی شہادت رد کی جاتی ہے۔ پہلی قسم کو کبیرہ اور دوسری قسم کو صغیرہ کہا جاتا ہے' مگر ان سب میں بہتر تعریف جو زیادہ جامع اور سلف صالحین سے منقول ہے وہ یہ ہے کہ جس گناہ پر قرآن یا حدیث میں آگ اور جہنم کی وعید بصراحت آئی ہو یا اس کام کے کرنے پر کافر کے فعل کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہو جیسے تارک نماز کو جس نے جان بوجھ کر نماز چھوڑی ہے کافر کے ساتھ تشبیہ دی ہے' حدیث شریف میں ارشاد ہے:

''جس نے جان بوجھ کر نماز چھوڑی پس وہ کافر ہوگیا یعنی اس نے کافروں جیسا کام کیا۔''

اس قسم کے گناہوں کو کبیرہ کہتے ہیں اور جن گناہوں پر اس قسم کی تصریح وارد نہ ہوئی ہو وہ صغیرہ ہیں۔

گناہ کی چند مثالیں:

سنئے اور اور حفظ کیجئے' اور بچنے کی کوشش کیجئے:

داڑھی منڈوانا' نماز کا ترک کرنا' قبروں پر سجدہ کرنا' روزہ نہ رکھنا' زکوٰۃ کے قابل ہو کر زکوٰۃ نہ دینا' حج کے قابل ہو کر حج نہ کرنا' حضرات صحابہ کو برا کہنا' والدین اور اپنے اساتذہ کی جائز کام میں نافرمانی کرنا' اہل و عیال کے حقوق نہ ادا کرنا' شراب پینا' جوا کھیلنا' چوری کرنا' جیب کاٹنا' قرض لے کر پھر ادا نہ کرنا' کسی کی زمین یا مکان غصب کرنا' سود لینا' رشوت لینا' یا کسی ناجائز کام کو رشوت دے کر کرانا' غلہ کی گرانی سے خوش ہونا' جھوٹی قسم کھانا' جھوٹی گواہی دینا' ناچ دیکھنا' گانا سننا' لڑکیوں کو میراث کا حصہ نہ دینا' خودکشی کرنا' تقریبات میں ناموری کے لئے فضول خرچ کرنا یا قرض لے کر خرچ کرنا' ہولی دیوالی پر گھر کا لیپنا پوتنا' مرد کے لئے پاجامہ یا لنگی کا ٹخنوں سے نیچے پہننا' ناجائز امور میں چندہ دینا' میدان جہاد سے بھاگنا' امانت میں خیانت کرنا' جاندار کی تصویر بنانا' یا کسی جاندار کی تصویر گھر یا دکان میں رکھنا' جادو کرنا' یا سیکھنا' پڑوسی' مہمان اور رشتہ داروں کے حقوق ادا نہ کرنا' بری نیت سے کسی لڑکے یا لڑکی کو دیکھنا' یا اس سے باتیں کرنا' یا عورت کا نامحرم مرد کو تاکنا' گالی دینا' ختنہ نہ کرانا' عورتوں کا ٹخنے کھولنا' بلاضرورت خاص نامحرم مرد سے بات چیت کرنا' علماء کی توہین کرنا' تکبر کرنا' حسد کرنا' بخل کرنا' اسراف کرنا' حرص کرنا' ناشکری کرنا' بے صبری کرنا' لمبی لمبی آرزوئیں باندھنا' چغلی کھانا' غیبت کرنا' غصہ کرنا' خود پسندی میں مبتلا ہونا' مسلمانوں کو حقارت کی نظر سے دیکھنا' پتنگ اڑانا' دونوں طرف سے شرط باندھنا (یعنی شرطیں لگانا)' بدعت کے کام کرنا' پختہ قبریں بنانا' قبروں پر گنبد بنانا' جائز اور مستحب کام میں ایسی شرطیں لگانا جو شریعت سے ثابت نہ ہوں' مثلاً: ایصال ثواب کے لئے کوئی دن مقرر کرنا' صغیرہ گناہ پر اصرار کرنا' کسی کی زمین پر بحیثیت موروثی کے قبضہ کرنا۔ اسی قسم کے اور بہت سے گناہ ہیں جن کی تفصیل کے لئے مستقل رسالہ کی ضرورت ہے۔

گناہوں سے دنیا کے نقصانات:

جی ہاں گناہ کرنے سے دنیا میں بھی نقصان پہنچتا ہے۔ مثلاً علم سے محروم رہنا' رزق کم ہوجانا' خدا تعالیٰ سے وحشت ہونا' اکثر کاموں میں دشواری کا پیش آنا' قلب میں ظلمت معلوم ہونا' دل میں اور بعض اوقات جسم میں کمزوری ہونا' طاعت سے محروم رہنا' عمر میں برکت نہ ہونا' گناہوں کا سلسلہ چلنا' توبہ کا ارادہ کمزور ہوجانا' گناہ کرتے رہنے سے اس کی برائی دل سے نکل جانا' دشمنان خدا اور نااہلوں کا حاکم بن جانا' خدا تعالیٰ کی نظر میں ذلیل ہونا' دوسری مخلوق کو اس کی معصیت کا ضرر پہنچنا' عقل میں کمی آنا' خدا تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور فرشتوں کی اس پر لعنت ہونا' بارش کا رکنا' پیداوار کم ہونا' عزت و منزلت کا کم ہوجانا' خدا تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کا دل سے جاتا رہنا' نعمتوں کا سلب ہونا' بلاؤں کا ہجوم ہونا' مرتے وقت وقت منہ سے کلمہ کا نہ نکلنا' خدا تعالیٰ کی رحمت سے ناامید ہوجانا' وغیرہ وغیرہ۔ (ماخوذ از ''تعلیمات اسلام'')

اسلام اور احترام انسانیت

مولانا محمد سلمان منصور پوری

آج پوری دنیا میں اسلام دشمنوں کے ایماء پر ذرائع ابلاغ منظم طور پر اسلام کو ایک انسانیت سوز مذہب کی صورت میں متعارف کرانے کی مہم پورے زوروشور سے چلا رہے ہیں اور چند افراد کو نشانہ بنا کر پورے مذہب اسلام کو بدنام کرنے کی یہ تحریک شدت سے جاری ہے۔اسی ضمن میں ایک خاص شرارت آمیز اصطلاح "اسلامی دہشت گردی" کے نام سے گھڑی گئی ہے اور مغربی مفادات کے خلاف چلائی جانے والی ہر تحریک پر "مسلم شدت پسندی" یا "اسلامی دہشت گردی" کا لیبل چسپاں کردیا گیا ہے اور اسلام کی تصویر اس انداز میں پیش کی جارہی ہے گویا کہ یہ مذہب دہشت گردی کا مبلغ اور انسانیت سوز حرکات کی تلقین کرنے والا ہو۔اس لئے اس بات کی ضرورت ہے کہ اسلامی تعلیمات کے ان نقوش کو دنیا کے سامنے اجاگر کیا جائے جن میں تمام عالم میں انسانیت نوازی' امن وامان' عدل وانصاف' کمزوروں کی حمایت اور بے سہاروں کی اعانت جیسی ہدایات دی گئی ہیں۔

اسلام میں انسان کا مقام:

قرآن کریم کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ دنیا کی تمام مخلوقات میں انسان کو سب سے زیادہ شرافت اور عظمت حاصل ہے'صورت وسیرت' استعداد وصلاحیت اور کمال علم وفضل میں انسان تمام مخلوقات پر فضیلت اور امتیاز رکھتا ہے' انسان کی حسن تخلیق بیان کرتے ہوئے قرآن کریم میں چار مقدس قسمیں کھا کر فرمایا گیا:

"قسم انجیر کی اور زیتون کی اور طور سینین کی اور اس امن والے شہر کی! ہم نے آدمی کو بہترین انداز ے پر بنایا ہے۔"

(سورۃ التین:۱تا۴)

انسان اپنے اعضاء کے اعتبار سے سب سے متناسب جسم رکھنے والا ہے مثلاً دو پیروں پر بے تکلف کھڑے ہوکر ادب اور وقار سے اپنے ہاتھوں سے کھاتا اور پیتا ہے جب کہ دیگر چوپائے براہ راست منہ سے چرتے اور کھاتے ہیں'اسی طرح انسان کو سوچنے سمجھنے اور غور کرنے کی ایسی صلاحیت ملی ہے جو اس انداز سے کسی اور کو حاصل نہیں ہے۔ایک موقع پر اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا:

"اور ہم نے عزت دی آدم کی اولاد کو' اور سواری دی ان کو جنگل اور دریا میں' اور روزی دی ہم نے ان کو ستھری چیزوں سے' اور بڑھادیا ہم نے ان کو بہتوں پر جن کو پیدا کیا ہم نے بڑائی دے کر۔" (سورۃ اسراء:۷۰)

نعمتوں کا فیضان:

انسان کو اشرف المخلوقات بنا کر اللہ تعالیٰ نے دنیا کی تمام اشیاء کو انسان کا بیگاری خادم بنادیا۔انسان' اللہ کی مخلوقات سے جب چاہے' جتنا چاہے فائدہ اٹھائے' اس پر کوئی روک ٹوک نہیں' وہ مخلوقات انسان سے خود کچھ مطالبہ نہیں کرتیں ہاں ان کا مالک اگر دوسرے انسان سے وصول کرلے تو الگ بات ہے۔ایک جگہ ارشاد فرمایا گیا:

"وہی ہے جس نے پیدا کیا تمہارے واسطے جو کچھ زمین میں ہے سب۔"

(سورۃ بقرہ:۲۹)

اور سورۂ نحل میں ارشاد فرمایا:

"اور چوپائے بنادیئے تمہارے واسطے' ان میں تمہارے لئے سردی سے بچاؤ کا سامان ہے' اور بھی بہت سے فائدے ہیں' اور ان میں سے (کچھ کو جو کھانے کے قابل ہیں' انہیں) تم کھاتے ہو' اور ان کی وجہ سے تمہاری رونق بھی ہے جبکہ شام کے وقت گھر لاتے ہو اور صبح کے وقت چرانے لے جاتے ہو' اور وہ تمہارے بوجھ ایسے شہر کو لے جاتے ہیں جہاں تم بغیر جان کو مشقت میں ڈالے نہیں پہنچ سکتے' واقعی تمہارا رب بڑی شفقت و رحمت والا ہے' اور (تمہارے لئے) گھوڑے اور خچر بھی پیدا کئے تاکہ ان پر سوار ہو' اور نیز زینت کے لئے بھی' اور وہ ایسی ایسی چیزیں بناتا ہے جن کی تم کو خبر بھی نہیں۔"

(سورۃ نحل:۵تا۸)

قرآن کا موقف یہ ہے کہ انسان کو اپنے محسن خالق ومالک کے احسانات ہروقت یاد رکھنے چاہئیں' اس لئے کہ جب انسان اپنے محسن کو یاد رکھے گا تو خود بخود اس کے اندر احسان کا بدلہ دینے کا جذبہ پیدا ہوگا جس کی وجہ سے وہ منعم کی مزید نعمتوں کا مستحق ہوجائے گا' اس اعتبار سے اللہ کی نعمتوں کی تذکیر بجائے خود انسانیت کی عزت وتوقیر کا ذریعہ ہے۔قرآن کریم نے انسان کو اس کا وظیفہ اور ذمہ داری یاد دلاتے ہوئے فرمایا ہے:

"اور میں نے جنات اور انسان کو صرف اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے۔"

(سورۂ ذاریات:۵۶)

اللہ کی عبادت کا حکم:

جب انسان اللہ کا بندہ ٹھہرا تو اس کی عزت صرف اور صرف اسی میں ہے کہ وہ اپنے آقا کو ہمیشہ راضی رکھنے کی کوشش کرے اور اپنے رب کی شان میں کسی قسم کی نامناسب بات روا نہ رکھے اور رب کی شان میں سب سے بڑی ناگوار بات یہ ہے کہ اس کی ذات وصفات میں کسی اور کو شریک اور ساجھی مانا جائے۔ یہ شرکیہ عقیدہ اور عمل تقاضائے انسانیت کے قطعاً خلاف ہے اسی بنا پر اسلام پوری قوت کے ساتھ انسانوں کو وحدانیت کی دعوت دیتا ہے کیونکہ یہی وحدانیت کا عقیدہ قرآن کی نظر میں انسان کی انسانیت باقی رکھنے کا سب سے بڑا ذریعہ ہے جو شخص انسان ہو کر وحدانیت کا عقیدہ نہ رکھے اس کا حال قرآن کی نظر میں جانوروں سے بھی بدتر ہے۔ایک آیت میں ارشاد فرمایا گیا:

"اور ہم نے پیدا کئے دوزخ کے واسطے بہت سے جن اور آدمی ان کے دل ہیں مگر ان سے سمجھتے نہیں اور آنکھیں ہیں کہ ان سے دیکھتے نہیں اور کان ہیں کہ ان سے سنتے نہیں وہ ایسے ہیں جیسے چوپائے بلکہ ان سے بھی زیادہ بے راہ وہی لوگ ہیں غافل۔"

(سورۂ اعراف:۱۷۹)

ظاہر ہے کہ جو شخص اپنے منعم ہی کو بھلا بیٹھے اور شرک کرکے اس کی توہین کا مرتکب ہو وہ یقیناً اپنی انسانیت کو داغدار کرنے والا ہے جو مذاہب شرک میں مبتلا ہیں اور پھر وہ انسانیت نوازی کا دعویٰ کرتے ہیں تو ان کا دعویٰ قطعاً قابل قبول نہیں ہوسکتا اس لئے کہ انسانیت نوازی کا سب سے بڑا مظہر عقیدۂ وحدانیت ہے۔

انسانیت کے احترام کا حکم:

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اپنی عبادت کی تلقین کے بعد نہایت اہتمام کے ساتھ انسانوں کو ایک دوسرے کے احترام اور ان کے واجبی حقوق کی ادائیگی کی تلقین کی ہے بالخصوص اسلام میں رشتوں ناتوں کی رعایت اور پڑوسیوں یتیموں اور مسکینوں کی خبرگیری کی تاکید کی گئی ہے۔اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

"اور بندگی کرو اللہ کی اور شریک نہ کرو اس کا کسی کو اور ماں باپ کے ساتھ نیکی کرو اور قرابت والوں کے ساتھ اور یتیموں اور فقیروں اور ہمسایہ قریب اور ہمسایہ اجنبی اور پاس بیٹھنے والے اور مسافر کے ساتھ اور غلام باندیوں کے ساتھ بے شک اللہ کو پسند نہیں آتا اترانے والا بڑائی کرنے والا۔"

(سورۂ نساء:۳۶)

مذکورہ آیت میں جن لوگوں کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا گیا ہے وہ اسلام کی بنیادی تعلیمات میں شامل ہے اور اس کے متعلق احادیث طیبہ میں مفصل ہدایات دی گئی ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بنیادی مشن:

پیغمبر اسلام حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا سب سے بڑا مشن اور نصب العین دنیا میں انسانی قدروں کا تحفظ کرنا تھا جو آپ سے پہلے پامال اور برباد کی جاچکی تھیں۔آپ کا مشن کیا تھا؟ اس بارے میں کچھ روشنی اس واقعہ سے پڑتی ہے کہ: جب مشرکین مکہ کی ایذارسانیوں سے تنگ آکر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض جاں نثار صحابہ کرامؓ مکہ معظمہ سے ترک وطن کرکے حبشہ چلے گئے تو مشرکین نے انہیں وہاں سے واپس لانے کے لئے اپنا ایک سفارتی وفد وہاں بھیجا جس نے شاہ حبشہ "اصحمہ نجاشی" سے ملاقات کرکے درخواست کی کہ مسلمانوں کو حبشہ سے ملک بدر کردیں۔اس موقع پر نجاشی نے تحقیق حال کے لئے مسلمانوں کو اپنے دربار میں بلایا صحابہ کرامؓ نے حضرت جعفرؓ بن ابی طالب کو شاہ سے گفتگو کے لئے اپنا نمائندہ بنایا۔مسلمانوں کے وفد سے نجاشی نے سوال کیا کہ تم لوگوں نے اپنا دین آخر کیوں تبدیل کیا؟ اور اگر تبدیل کیا تھا تو یہودی یا نصرانی کے بجائے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا رہنما کیوں بنایا؟ اس سوال کا جواب دیتے ہوئے حضرت جعفرؓ بن ابی طالب نے نہایت قوت اور جسارت سے فرمایا:

"جناب بادشاہ! (بات یہ ہے کہ) ہم لوگ شرک پر جمے ہوئے تھے ہم بتوں کی پوجا کرتے تھے اور مردار کھایا کرتے تھے اور پڑوسیوں کے ساتھ برا سلوک کرتے تھے اور ہم لوگ حرام کاموں مثلاً قتل و غارتگری (وغیرہ) کو حلال سمجھتے تھے ہمارے اندر سے حلال وحرام کا تصور مٹ چکا تھا۔(ان سنگین اخلاقی حالات میں) اللہ تعالیٰ نے خود ہمارے ہی قبیلہ میں سے ایک نبی مبعوث فرمایا جس کی وفاداری سچائی اور امانت و دیانت سے ہم واقف ہیں۔چنانچہ انہوں نے ہمیں اللہ رب العالمین کی طرف آنے کی دعوت دی تاکہ ہم اللہ کی وحدانیت پر یقین کریں اور اسی کی عبادت کیا کریں اور ہم اللہ کو چھوڑ کر ان پتھروں اور بتوں کی پوجا بند کردیں جن کو پہلے ہم اور ہمارے آباؤ اجداد پوجا کرتے تھے اور اس نبی نے ہمیں سچ بولنے امانت ادا کرنے رشتہ داروں سے حسن سلوک کرنے پڑوسیوں پر احسان کرنے اور حرام کاموں اور قتل وقتال سے بچنے کا حکم دیا اور ہمیں بے حیائی کے کام کرنے جھوٹ بولنے یتیم کا مال ہڑپ کرنے اور پاکباز عورتوں پر بدی کی تہمت لگانے سے منع فرمایا اور ہمیں اللہ کی عبادت کرنے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرانے اور نماز زکوٰۃ اور

روزے کا حکم فرمایا۔"

(البدایہ والنہایہ ج۳ص۸۰،۸۱)

حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی زبان سے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے تعارف کے سلسلہ میں صادر ہونے والے یہ کلمات نہایت جامع ہیں جن کی روشنی میں آسانی انسانیت نوازی کے سلسلے میں اسلامی منشور تک رسائی حاصل کی جاسکتی ہے۔

ماں باپ کا احترام:

اسلام نے انسانیت کے احترام کا مظاہرہ کرتے ہوئے خالق و مالک رب العالمین کے حق کے بعد سب سے بڑا اور اونچا مرتبہ والدین کا متعین کیا ہے۔ اسلام کی نظر میں یہ رشتہ انتہائی اہم اور قابل عظمت ہے۔ قرآن میں جا بجا والدین کے ساتھ حسن سلوک کی تعلیم دی گئی ہے۔ ایک جگہ ارشاد ہے:

"اور حکم کر چکا تیرا رب کہ نہ عبادت کرو اس کے سوائے اور ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرو اور اگر پہنچ جائیں بڑھاپے کو ایک ان میں سے یا دونوں تو نہ کہہ ان کو "ہوں" اور نہ جھڑک ان کو اور کہہ بات ان سے ادب کی اور جھکا دے ان کے آگے کندھے عاجزی کر کے نیازمندی سے اور کہہ: اے رب ان پر رحم کر جیسا پالا انہوں نے مجھ کو چھوٹا سا۔" (سورۂ بنی اسرائیل:۲۳)

والدین کے حقوق کے بارے میں جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اہم ہدایت ارشاد فرمائی ہیں، چند احادیث طیبہ ذیل میں درج کی جاتی ہیں:

۱:.....حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر عرض کیا کہ اے اللہ کے رسولؐ! والدین کا اولاد پر کیا حق ہے؟ تو آنحضرتؐ نے فرمایا کہ: "وہ تمہاری جنت یا جہنم ہیں، یعنی اگر ان کو خوش رکھو گے تو جنت کے مستحق ہو گے اور اگر ناراض کرو گے تو جہنم کے مستحق ہو گے۔"

(ابن ماجہ ج۲ص۲۹۰، الترغیب والترہیب ج۳ص۳۱۶)

۲:.....حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: "جس شخص کو یہ بات اچھی لگے کہ اس کی عمر میں اضافہ ہو اور اس کی روزی میں زیادتی ہو تو اسے چاہئے کہ اپنے والدین کے ساتھ حسن سلوک کرے اور رشتہ داری کا خیال رکھے۔"

(مسند احمد حدیث نمبر۱۳۴۲۵، الترغیب والترہیب ج۳ص۳۱۷)

۳:.....حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: "تم اپنے والدین کے ساتھ حسن سلوک کرو، تمہاری اولاد تمہارے ساتھ حسن سلوک کرے گی۔"

(الترغیب والترہیب ج۳ص۳۱۸)

۴:.....حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ پیغمبر علیہ السلام کے دور میں میری والدہ مشرکہ اور کافرہ ہونے کی حالت میں میرے پاس آئیں۔ چنانچہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مسئلہ پوچھا کہ میری والدہ آئی ہیں اور وہ مجھ سے احسان کی طالب ہیں، کیا میں ان کے ساتھ حسن سلوک کروں؟ (یعنی کیا مشرکہ ہونے کے باوجود ان کا تعاون کرنا چاہئے) تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: "ہاں! اپنی ماں کے ساتھ حسن سلوک بجالاؤ۔"

(بخاری شریف ج۲ص۸۸۴حدیث نمبر۵۹۷۸)

۵:.....حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: "اللہ کی رضا مندی والد کی خوشنودی میں ہے اور اللہ کی ناراضگی والد کی ناراضگی میں ہے۔" (ترمذی شریف کتاب البر ۲/۱۲)

۶:.....حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کی ناک رگڑی جائے! اس کی ناک رگڑی جائے! پھر اس کی ناک رگڑی جائے! صحابہ کرامؓ نے عرض کیا کہ: اے اللہ کے رسول کس کی؟ تو آپؐ نے فرمایا کہ: "اس شخص کی جو بڑھاپے میں اپنے والدین یا ان میں سے کسی ایک کو پائے اور پھر (ان کی خدمت کر کے اور ان کو خوش کر کے) اپنے آپ کو جنت کا مستحق نہ بنالے۔"

(مسلم شریف ج۲ص۳۱۴)

۷:.....حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: "ہر گناہ کی سزا اللہ تعالیٰ اپنی مشیت سے قیامت تک مؤخر فرمادیتا ہے مگر والدین کی نافرمانی اور ان کو ستانا ایسا گناہ ہے جس کی سزا اللہ تعالیٰ اس شخص کے مرنے سے پہلے دنیا میں ہی دے دیتا ہے۔" (الترغیب والترہیب)

دیکھئے! کس حد تک والدین کے احترام کی تلقین کی گئی ہے۔ اس کے برعکس آج کے مغربی معاشرہ میں بڑھاپے کی حالت میں والدین کی جو درگت بنائی جاتی ہے وہ نہایت قابل رحم اور انسانیت سوز ہے۔ آج مغربی ممالک میں جا بجا "بوڑھوں کے گھر" بنادیئے گئے ہیں جہاں حقوق انسانی کے تحفظ کے نام نہاد دعویدار روشن خیال لوگ اپنے بوڑھے ماں باپ کو (جب وہ اولاد کی خدمت اور نگرانی کے زیادہ محتاج ہوتے ہیں) بوڑھوں کے گھر کے اجنبی ملازمین کے حوالے کر کے بے فکر ہوجاتے ہیں یہ مہذب دنیا کی انسانیت کشی کی وہ مکروہ تصویریں اور کراہت آمیز مناظر ہیں جو آج مغرب میں جگہ جگہ بے کس اور لاچار بوڑھے مردوں اور عورتوں کی شکل میں دیکھے جاسکتے ہیں۔ آج یہی انسانیت کش معاشرہ اسلام کی مقدس اور سراپا انسانیت آموز تعلیمات سے صرف نظر کر کے الٹا اسے بدنام کرنے پر تلا ہوا ہے، حالانکہ اگر یہ معاشرہ اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھے تو یہ نئی تہذیب جا بجا انسانی اقدار کو اپنے پیروں تلے روندتی ہوئی نظر آئے گی۔ العیاذ باللہ۔

(بشکریہ ماہنامہ "ندائے شاہی" انڈیا)

توہین رسالت کا قانون مسلمانان پاکستان کی موت وزیست کا مسئلہ ہے

لاہور (نمائندہ خصوصی) عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت لاہور کا ایک اجلاس مولانا صاحبزادہ رشید احمد (خانقاہ سراجیہ) کی صدارت میں دفتر ختم نبوت' جامع مسجد عائشہ میں منعقد ہوا۔ اجلاس سے حافظ عبدالرحمٰن شاہ جمالی' مولانا محمد اسمٰعیل شجاع آبادی اور مولانا عزیزالرحمٰن ثانی نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ قادیانیوں کے خلاف ۱۹۷۴ء کی آئینی ترمیم اور ۱۹۸۴ء کا امتناع قادیانیت ایکٹ زبردست تحریک کے بعد نافذ العمل ہوئے ہیں۔ قادیانی لابی عرصہ دراز سے ان قوانین کو ختم کرانے کی سازش میں مصروف عمل ہے۔ کبھی وہ اپنے نئی دنیا کے آقاؤں کا دروازہ کھٹکھٹاتے ہیں اور کبھی اپنے ان سابقہ آقاؤں کے دروازے پر جبین نیاز جھکاتے ہیں جنہوں نے انہیں پیدا کیا تھا' اور کبھی وہ اقوام متحدہ کے ذریعہ پاکستان پر دباؤ ڈلواتے ہیں تاکہ ان قوانین کو ختم کرایا جاسکے۔ انہوں نے کہا کہ اگر یہ قوانین ختم کرنے کی کوشش کی گئی تو عوام ایسی زبردست تحریک چلائیں گے جو قادیانیت کے خاتمہ پر منتج ہوگی۔ انہوں نے کہا کہ طے شدہ مسائل کو چھیڑ کر ملک میں افراتفری پیدا کرنے کی کوشش نہ کی جائے۔ انہوں نے کہا کہ گستاخ رسول کی سزا کا قانون مسلمانان پاکستان کی موت وزیست کا مسئلہ ہے' اس میں کسی قسم کی ترمیم یا تبدیلی پاکستانی عوام کے لئے قطعی ناقابل برداشت ہے۔ اجلاس میں حاجی خالد حسین طور' رانا عبدالجبار' مولانا محمد غازی' میاں محمد اظہر' حاجی قاسم حسن سمیت کثیر تعداد میں کارکنوں نے شرکت کی۔

ایک روزہ ضلعی

ختم نبوت کنونشن

۲۶/اپریل' بروز جمعہ

بمقام: **جامعہ عثمانیہ**

قبرستان اقبال کالونی' سرگودھا

زیر سرپرستی:

خواجہ خواجگان

حضرت مولانا خواجہ خان محمد مدظلہ العالی

منعقد ہو رہا ہے۔ جس سے شاہین ختم نبوت

حضرت مولانا اللہ وسایا مدظلہ

خطاب کریں گے

کنونشن کے موضوعات:

عقیدۂ ختم نبوت پاکستان کی بقا کے لئے کیوں ضروری ہے؟

قادیانیوں کی ارتدادی سرگرمیاں

موجودہ حالات میں قادیانیوں کا کیا عمل دخل ہے؟

اور کئی دیگر موضوعات پر مقررین اظہار خیال فرمائیں گے

۲۶/اپریل کو بعد نماز جمعہ

دفتر ختم نبوت' لکڑ منڈی' سرگودھا میں نوجوانوں کا کنونشن منعقد ہوگا

REGD. NO. SS-160

کیا آپ نے کبھی غور کیا؟

قادیانی

ہمارے نوجوانوں کو ورغلا
کر مُرتد بنا رہے ہیں
اس مقصد کے لئے
وہ کروڑوں روپے پانی کی طرح بہا رہے ہیں

ختم نبوة

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کی بھرپور نمائندگی کرتا ہے اور مجلس کے پیغام کو دنیا کے کونے کونے میں پہنچاتا ہے، جس میں سیرت رسول آخرین، سیرت اصحاب، دینی و اصلاحی مضامین شائع کیے جاتے ہیں مرزائیت کا بھی جدید انداز میں تجزیہ کیا جاتا ہے

الحمد للہ

یہ ہفت روزہ امریکہ، برطانیہ، اسپین ماریشس، جنوبی افریقہ، سعودی عرب نائجیریا، قطر، بنگلہ دیش، آسٹریلیا اور دنیا کے کئی دیگر ملکوں میں جاتا ہے۔

جب آپ حق پر ہیں تو

آپ نے ناموسِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم اور عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے کیا انتظام کیا؟
کیا یہ آپ کی ذمہ داری نہیں کہ قادیانیوں کی خطرناک سرگرمیوں کے بارے میں معلومات حاصل کریں؟
اگر ہے تو آج ہی ملت اسلامیہ کے بین الاقوامی ہفت روزہ

ہفت روزہ ختم نبوة

کا مطالعہ کیجئے

خوبصورت ٹائیٹل
کمپیوٹر کتابت
عمدہ طباعت

ہر جمعہ کو پابندی
سے شائع ہوتا ہے

تعاون کا ہاتھ بڑھایئے

خریدار بنیئے — بنایئے

اشتہارات دیجئے

مالی امداد فراہم کیجئے

اِنشاءاللہ اِس میں دُنیا و آخرت کا فائدہ ہے